ماہنامہ

انصار اللہ

جملہ قارئین کی خدمت میں

نیا سال مبارک ہو

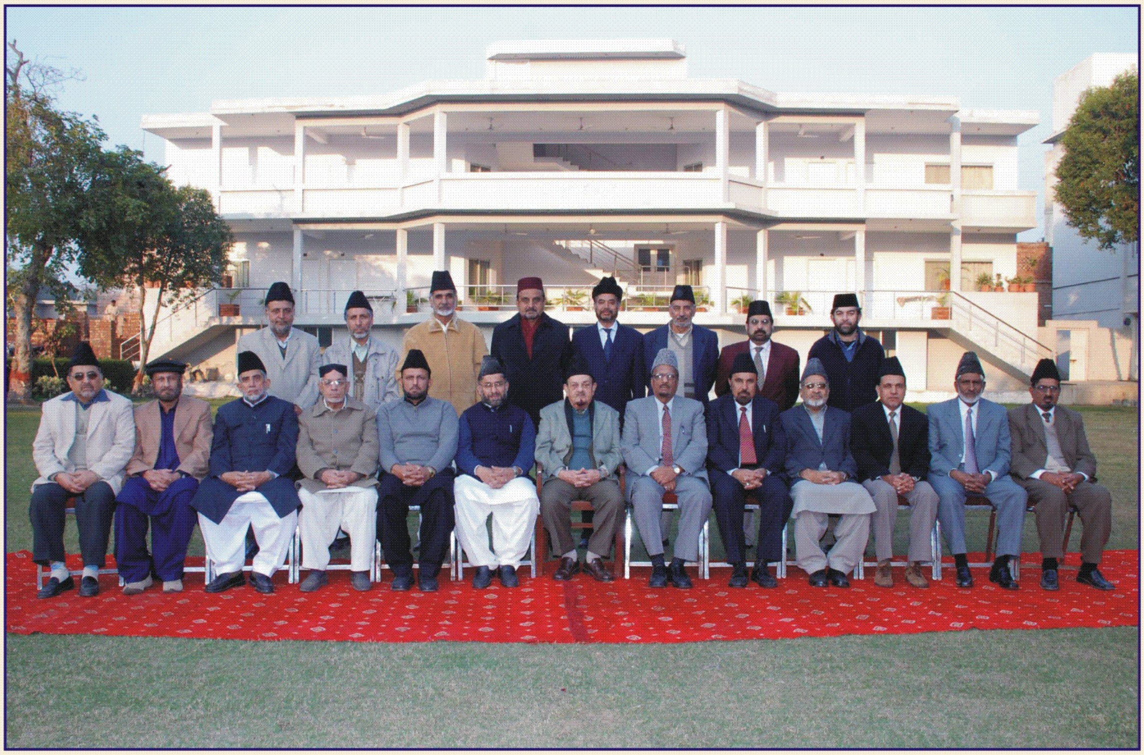

اراکین مجلس عاملہ انصاراللہ پاکستان برائے 2008ء مکرم ومحترم صدر صاحب مجلس انصاراللہ پاکستان کے ہمراہ

ایڈیٹر

نصیر احمد انجم

جنوری 2009ء

صلح 1388ء

احمدی انصار کی تعلیم وتربیت کیلئے

ماہنامہ انصار اللہ

ایڈیٹر: نصیر احمد انجم

صلح 1388 ہش جنوری 2009ء

جلد ------------------------- 50

شمارہ ------------------------- 1

فون نمبر 047-6212982۔ فیکس 047-6214631

ای میل: ansarullahpakistan@gmail.com

نائبین

- ریاض محمود باجوہ
- صفدر نذیر گولیکی
- محمود احمد اشرف

پبلشر: عبدالمنان کوثر

پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ: انیس احمد

مقام اشاعت: دفتر انصار اللہ دارالصدر جنوبی چناب نگر (ربوہ)

مطبع: ضیاء الاسلام پریس

شرح چندہ: (پاکستان)

سالانہ .... ڈیڑھ سوروپے

قیمت فی پرچہ .... 15 روپے

اس شمارہ میں

اداریہ 2

القرآن 3

حدیث نبویؐ 4

عربی منظوم کلام 5

فارسی منظوم کلام 6

اردو منظوم کلام 7

کلام الامام 8

حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ (ارشادات حضرت مصلح موعود) .. 10-9

مرتبہ: مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب

لداخ سے دریافت ہونے والی تبتی انجیل 18-11

تحریر: مکرم عبدالرحمان صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی پاکیزہ سیرت کے چند دلکش نقوش 22-19

تحریر: مکرم عبدالقدیر قمر صاحب

آئینے وقف ہیں پتھروں کے لئے (نظم) 24-23

کلام: مکرمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ

فیض احمد فیض۔ لطیف جذبات کے اظہار کا شاعر 31-25

تحریر: مکرم محمود احمد اشرف صاحب

غزل 32

کلام: مکرم عبدالسلام اسلام صاحب

محاسن قرآن مجید (نظم) 33

کلام: مکرم انور ندیم علوی صاحب

اخبار مجالس 36-34

تقریبات خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی بیرون از پاکستان 40-37

اداریہ

آئیے عہد نو کریں

الحمدللہ ہماری زندگی کا ایک سال اور بیت گیا۔ نئے سال کا سورج طلوع ہو چکا ہے۔ سال گذشتہ دنیا بھر میں اپنی متنوع یادیں چھوڑ کر رخصت ہوا۔ بعض کے لئے وہ یادیں نہایت ہی تلخ ہیں۔ بم دھماکے، خودکش حملے، دہشت گردی، غربت افلاس، معیشت کی زبوں حالی، بجلی، پانی اور گیس جیسی بنیادی ضروریاتِ زندگی کی کمیابی یہ ہے خلاصہ سال 2008ء کا۔

لیکن ٹھہریئے جماعت احمدیہ کے لئے تو 2008ء کا سال بہت ہی عظیم الشان روحانی فتوحات کی خوشیاں، ہم جہت کامرانیوں کی مرتوں کے ساتھ نئی منازل پر فائز ہونے کی خوشگوار یادیں چھوڑ کر گیا ہے۔ عالمی معیشت میں کساد بازاری کے باوجود جماعت احمدیہ کی مالی قربانیوں کا گراف بلند سے بلند تر ہوا۔

اس کے نتیجہ میں افضال الٰہیہ کی بارش بھی موسلادھار برسی۔ یورپ کے ایوانوں میں خدا کے گھر تعمیر ہوئے۔ افریقہ میں دکھی انسانیت کے زخموں پر مرہم لگے۔ ان کی ظاہری زندگی میں نفاست کے ساتھ ساتھ ان کی باطنی حیات کو صیقل کرنے کے منصوبے عمل پذیر ہوئے۔

اسی طرح دنیا بھر میں قدرتی آفات کا موقع ہو یا غربت، بنی نوع انسان کی کمر توڑ رہی ہو۔ جماعت احمدیہ صف اوّل میں رہ کر خلقِ خدا کی خدمت کر رہی ہے۔ ان کی روحانی بالیدگی کے لئے قرآن کریم کے تراجم شائع کر کے ان کے گھروں تک پہنچا رہی ہے۔

لاریب ہمارے لئے یہ سال خوشگوار یادیں چھوڑ کر رخصت ہوا اور اب نیا سال منتظر ہے کہ اس میں خدا کی قائم کردہ یہ جماعت کیا ہدف حاصل کرتی ہے؟

ہمیں یقین ہے کہ من حیث الجماعت ہمارا یہ روحانی سفر پہلے سے بھی تیز رفتاری کے ساتھ جاری و ساری رہے گا۔ فتح ہمارے قدم چومتی رہے گی۔ ہمارا سالارِ قافلہ تیز گام آگے سے آگے بڑھتا جائے گا اور ہم اس کے پیچھے اس سفر پر رواں دواں رہیں گے۔ ...... یہ تو من حیث الجماعت خدا کی تقدیر ہے ہمیں یہ سوچنا ہے کہ اس میں ہمارا ذاتی حصہ اور کردار کیا ہے؟

سوچیں اور عزم نو لے کر اس نئے سال میں داخل ہوں۔

القرآن

ایفائے عہد

وَلَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡیَتِیۡمِ اِلَّا بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ حَتّٰی یَبۡلُغَ اَشُدَّہٗ ۚ وَ اَوۡفُوا الۡکَیۡلَ وَ الۡمِیۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ ۚ لَا نُکَلِّفُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا ۚ وَ اِذَا قُلۡتُمۡ فَاعۡدِلُوۡا وَ لَوۡ کَانَ ذَا قُرۡبٰی ۚ وَ بِعَہۡدِ اللّٰہِ اَوۡفُوۡا ؕ ذٰلِکُمۡ وَصّٰکُمۡ بِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۱۵۳﴾

(سورہ انعام: 153)

ترجمہ:

اور سوائے ایسے طریق کے جو بہت اچھا ہو یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ جائے اور ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پورے کیا کرو۔ ہم کسی جان پر اس کی وسعت سے بڑھ کر ذمہ داری نہیں ڈالتے۔ اور جب بھی تم کوئی بات کرو تو عدل سے کام لو خواہ کوئی قریبی ہی (کیوں نہ) ہو۔ اور اللہ کے (ساتھ کئے گئے) عہد کو پورا کرو۔ یہ وہ امر ہے جس کی وہ تمہیں سخت تاکید کرتا ہے تا کہ تم نصیحت پکڑو۔

(اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

☆ ☆ ☆

حدیث نبوی ﷺ

حسن ظن

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ عَنِ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰہُ تبارَکَ وَ تعَالٰی اَنَا عِنْدَظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَاشَاءَ.

(بخاری کتاب التوحید باب یحذرکم اللّٰہ نفسہ مسند دارمی فی باب حسن الظن)

ترجمہ۔ حضرت واثلہؓ بن اسقع کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اپنا آپ اس پر ظاہر کرتا ہوں پس جیسا کہ وہ میرے متعلق گمان کرے ایسا ہی میرا اس سے سلوک ہوتا ہے۔

☆☆☆

عربی منظوم کلام

بُشْرٰی لَنَا اِنَّا وَجَدْنَا مُؤْنِسًا

عِلْمِیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ ذِی الْاٰلَاءِ
بِاللّٰہِ حُزْتُ الْفَضْلَ لَا بِدَھَاءِ

میرا علم خدائے رحمان کی طرف سے ہے جو نعمتوں والا ہے۔ میں نے خدا کے ذریعہ فضلِ الٰہی کو حاصل کیا ہے نہ کہ عقل کے ذریعہ

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی مَدَارِجِ شُکْرِہٖ
نُثْنِیْ عَلَیْہِ وَلَیْسَ حَوْلُ ثَنَاءِ

ہم اس کے شکر کی منزلوں تک کیسے پہنچ سکتے ہیں کہ ہم اس کی ثنا کرتے ہیں اور ثناء کی طاقت نہیں

اَللّٰہُ مَوْلٰنَا وَکَافِلُ اَمْرِنَا
فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَبَعْدَ فَنَاءِ

خدا ہمارا مولیٰ ہے اور ہمارے کام کا متکفل ہے اس دنیا میں بھی اور فنا کے بعد بھی

لَوْلَا عِنَایَتُہٗ بِزَمَنِ تَطَلُّبِیْ
کَادَتْ تُعَفِّیْنِیْ سُیُوْلُ بُکَاءِ

اگر میری جستجوئے پیہم کے دور میں اس کی عنایت نہ ہوتی تو قریب تھا کہ آہ وزاری کے سیلاب مجھے نابود کر دیتے

بُشْرٰی لَنَا اِنَّا وَجَدْنَا مُؤْنِسًا
رَبًّا رَّحِیْمًا کَاشِفَ الْغَمَّاءِ

ہمارے لئے خوشخبری ہے کہ ہم نے مونس غم خوار پایا ہے جو ربّ و رحیم ہے اور غم و مصیبت کا دور کرنے والا ہے

اُعْطِیْتُ مِنْ اِلْفٍ مَعَارِفَ لُبَّھَا
اُنْزِلْتُ مِنْ حِبٍّ بِدَارِ ضِیَاءِ

مجھے محبوب کی طرف سے معارف کا مغز عطاء کیا گیا ہے اور میں اپنے محبوب کی طرف سے روشنی کی جگہ میں اتارا گیا ہوں

(القصائد الاحمدیہ مترجم جدید ایڈیشن صفحہ 280-281)

فارسی منظوم کلام

متصف باہمہ صفاتِ کمال

ہردم از کاخِ عالم آوازیست
کہ یکش بانی و بِنا سازیست

یہ نظام عالم اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اس جہاں کا کوئی بانی اور صانع ضرور ہے

نہ کس اُو را شریک و انبازیست
نے بکارش دخیل و ہمرازیست

نہ کوئی اس کا شریک ہے نہ ساجھی، نہ اُس کے کام میں کوئی دخیل ہے نہ کوئی اس کا ہمراز ہے

ایں جہاں را عمارت اندازیست

واز جہاں برتر است و ممتازیست

وہ اس جہان کا بنانے والا ہے مگر خود جہاں سے بالاتر اور ممتاز ہے

وحدہٗ لاشریک حیّ و قدیر
لم یزل لایزال فرد و بصیر

وہ اکیلا لاشریک، زندہ اور قادر ہے ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا یگانہ اور باخبر ہے

کار ساز جہان و پاک و قدیم
خالق و رازق و کریم و رحیم

جہان کا کارساز پاک اور قدیم ہے، پیدا کرنے والا، روزی پہنچانے والا، مہربان اور رحیم ہے

رہنما و معلّم رہِ دین
ہادی و مُلہمِ علومِ یقین

وہ رہنما اور معلم دین ہے وہ ہادی اور یقینی علوم کا الہام کرنے والا ہے

(درثمین فارسی مترجم صفحہ 9-10)

اردو منظوم کلام

رنگِ تقویٰ سے کوئی رنگت نہیں ہے خوبتر

عاشقی کی ہے علامت گریہ و دامانِ دشت
کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار
تیری درگہ میں نہیں رہتا کوئی بھی بے نصیب
شرط رہ پر صبر ہے اور ترکِ نامِ اضطرار
جیفۂ دُنیا پہ یکسر گر گئے دُنیا کے لوگ
زندگی کیا خاک اُن کی جو کہ ہیں مُردار خوار
دیں کو دے کر ہاتھ سے دُنیا بھی آخر جاتی ہے
کوئی آسُودہ نہیں بن عاشق و شیدائے یار
رنگِ تقویٰ سے کوئی رنگت نہیں ہے خُوبتر
ہے یہی ایماں کا زیور ہے یہی دیں کا سنگار
سو چڑھے سُورج نہیں بن رُوئے دلبر روشنی
یہ جہاں بے وصلِ دلبر ہے شبِ تاریک و تار
اے مرے پیارے جہاں میں تو ہی ہے اِک بے نظیر
جو ترے مجنوں حقیقت میں وہی ہیں ہوشیار

(درثمین اردو مطبوعہ رقیم پریس لندن صفحہ 139)

کلام الامام

نماز میں حصولِ لذّت کا گُر

''ایک شخص نے عرض کی کہ مجھے نماز میں لذّت نہیں آتی ۔

فرمایا کہ:۔

موت کو یاد رکھو۔ یہی سب سے عمدہ نسخہ ہے۔ دنیا میں انسان جو گناہ کرتا ہے اس کی اصل جڑ یہی ہے کہ اُس نے موت کو بھلا دیا ہے جو شخص موت کو یاد رکھتا ہے وہ دنیا کی باتوں میں بہت تسلی نہیں پاتا۔ لیکن جو شخص موت کو بھلا دیتا ہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور اس کے اندر طولِ اَمَل پیدا ہو جاتا ہے ۔ وہ لمبی لمبی امیدوں کے منصوبے اپنے دل میں باندھتا ہے۔ دیکھنا چاہیئے کہ جب کشتی میں کوئی بیٹھا ہو اور کشتی غرق ہونے لگے تو اس وقت دل کی کیا حالت ہوتی ہے۔ کیا ایسے وقت میں انسان گناہگاری کے خیالات دل میں لاسکتا ہے؟ ایسا ہی زلزلہ اور طاعون کے وقت میں چونکہ موت سامنے آجاتی ہے۔اس واسطے گناہ نہیں کرسکتا اور نہ بدی کی طرف اپنے خیالات کو دوڑا سکتا ہے۔پس اپنی موت کو یاد رکھو۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 243، 244)

☆ ☆ ☆

حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ

کے بارے میں حضرت مصلح موعود کے ارشادات

(مرتبہ: مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب)

فرمایا: ”حضرت امام حسینؓ یزید کے مقابلہ پر شہید ہوئے مگر کیا یزید کا نام بھی اب کوئی لیتا ہے۔ جس مقصد کے لئے امام حسینؓ کھڑے ہوئے آخر وہی کامیاب ہوا۔ اور دنیا نے اسلامی نظام کی اس تشریح کو قبول کیا جس کے لئے حضرت امام حسینؓ کھڑے ہوئے تھے۔ یزید کے مقصد کی تو آج ایک مسلمان بھی تائید نہیں کرتا۔...... اگر حضرت امام حسینؓ کربلا کے میدان میں جان نہ دیتے تو مسلمانوں کو شاید اسلامی نظام کی اہمیت کا اس قدر احساس نہ ہوتا جس قدر کہ ان کی شہادت کی وجہ سے ہوا۔ اس شہادت نے مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی تعلیم کے احیاء کے لئے گویا ایک آگ لگا دی۔ اور اسلام کے علماء نے اس تعلیم کو ہمیشہ کے لئے لائن کر دیا۔ اور اسلام کے علماء نے اس تعلیم کو ہمیشہ کے لئے روشن کر دیا۔“

(تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ 148-149)

جس سے محبت ہوتی ہے اس کی محبت کا تقاضا ہوتا ہے کہ ان چیزوں سے بھی محبت رکھی جائے جس سے محبوب محبت رکھتا ہے اس میں مدارج کا سوال نہیں ہوتا کہ فلاں چھوٹا ہے اور فلاں بڑا ہے بلکہ انسان صرف یہ دیکھتا ہے کہ خواہ میرا مقام بڑا ہے جب میرا محبوب اور پیارا فلاں سے محبت رکھتا ہے تو میرا بھی فرض ہے کہ میں اس سے محبت کروں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے متعلق ذکر آتا ہے کہ ایک دفعہ بادشاہ ان سے ملنے کے لئے آیا وہ کھڑے ہو گئے اور بادشاہ سے ملے اور پھر بیٹھ گئے۔ پھر وزیر ملنے کے لئے آیا تو وہ اسی طرح بیٹھے رہے کھڑے نہیں ہوئے۔ اس کے بعد بادشاہ کا پہریدار آیا تو پھر وہ کھڑے ہو گئے اور کھڑے ہونے کے بعد بیٹھ گئے جب یہ لوگ چلے گئے تو کسی نے کہا آپ نے یہ کیا کیا کہ جب بادشاہ آیا تو آپ اس کے اعزاز کے لئے کھڑے ہو گئے وزیر آیا تو کھڑے نہ ہوئے لیکن پہریدار آیا تو پھر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا بادشاہ کے آنے پر میں اس لئے کھڑا ہوا تھا کہ بادشاہ کی اطاعت کا حکم ہے۔ وزیر کے آنے پر میں اس لئے کھڑا نہیں ہوا کہ وزیر کی اطاعت کا حکم نہیں۔ اس کے بعد پھر پہریدار آیا تو میں پھر کھڑا ہو گیا مگر اس لئے کہ وہ حافظ قرآن تھا۔ اب دیکھو کہ پہریدار ایک ادنیٰ ملازم تھا لیکن چونکہ شاہ ولی اللہ صاحب کے محبوب کا کلام اس نے یاد کیا ہوا تھا اس نے باوجود چھوٹا ہونے کے اب اس کے آنے پر کھڑے ہو گئے۔

یہی بات حضرت مسیح بیان فرماتے ہیں کہ اگر خدا تمہارا باپ ہوتا تو تم مجھے بھی عزیز سمجھتے اور میری مخالفت نہ کرتے

اسی نقطۂ نگاہ کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باوجود اس کے آپ کا رتبہ بہت بڑا تھا فرمایا کہ

خاکم نثار کوچۂ آلِ محمد است

......امام حسین ہی نہیں امام حسین کی اولاد در اولاد پر اپنی جان قربان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ''ہمارے لئے قابل احترام وجود ہیں کیونکہ وہ بہر حال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں تو رتبہ اور مقام اور چیز ہے اور محبت کا تعلق اور چیز ہے۔'' (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 210-211)

مزید فرمایا:

جب امام حسین کے لشکر کو شکست دے کر ان کا سر یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو اس وقت یزید کتنے غرور اور گھمنڈ میں تھا اور کس طرح لوگ اس پر مرعوب ہو رہے تھے کہ وہ ایک ہی کانٹا جو اس کے دل میں کھٹک رہا تھا۔ اس کو بھی اس نے نکال کر باہر پھینک دیا۔ لوگ اس وقت یزید کی ہیبت سے کس قدر خوفزدہ ہوں گے اور وہ خود اپنے دل میں کس قدر خوش ہوتا ہوگا کہ میں نے امام حسین کو قتل کر دیا اور آج کوئی نہیں جو میرا مقابلہ کر سکے۔ چنانچہ جب اس کے دربار میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر کاٹ کر لایا گیا تو چونکہ مرنے والے کے پٹھے کھنچ جاتے ہیں اس نے ان کے ہونٹ بھی پیچھے کو کھینچے ہوئے تھے یزید نے اس وقت اپنی سوٹی لی اور حضرت امام حسینؓ کے دانتوں پر یہ کہتے ہوئے مارنی شروع کر دی کہ دیکھو تو اس کے دانت کیسے چمکیلے ہیں۔ یہ ایک ظاہری حقارت کی چیز تھی۔ حضرت امام حسینؓ کو اس سے کیا نقصان ہو سکتا تھا۔ مگر اس کی اس حرکت پر اس وقت دربار میں ایسے لوگ کھڑے ہو گئے جنہوں نے یزید کے اس فعل کو نہایت بُرا محسوس کیا۔ چنانچہ ایک شخص نے اس وقت یزید کی سوٹی پر ہاتھ مارا اور کہا اسے پیچھے ہٹاؤ میں نے ان دانتوں پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے دیکھا ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ بادشاہ تھا اور ایسا مغرور بادشاہ تھا اسے یہ جرأت نہیں ہوئی کہ اس کے مقابلہ میں کوئی لفظ کہہ سکے اس نے اپنی نظر کو نیچے کر لیا اور سوٹی کو پیچھے ہٹا لیا۔'' (خطبات محمود جلد دوم صفحہ 223-224)

شہادت کا مقام حاصل کرنے والوں کو دائمی حیات حاصل ہوتی ہے چنانچہ دیکھ لو جس دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کی فوجوں نے مارا ہوگا وہ کس قدر خوش ہوئی ہوں گی اور انہوں نے کس مسرت سے کہا ہوگا کہ لو یہ قصہ ختم ہو گیا۔ مگر کیا واقعہ میں وہ قصہ ختم ہو گیا؟ دنیا دیکھ رہی ہے کہ امام حسینؓ آج بھی زندہ ہیں مگر یزید کو اس وقت بھی مردہ سمجھا جاتا ہے۔'' (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 290)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص پہلے صلح کرے وہ پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ چنانچہ روایت ہے کہ امام حسنؓ اور حسینؓ میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ دراصل امام حسین کی زیادتی تھی اور امام حسن حق پر تھے دوسرے دن صبح ہی صبح امام حسن امام حسین کی طرف دوڑے جا رہے تھے۔ کسی نے دیکھا تو دریافت کیا کہ کیوں جا رہے ہیں۔ امام حسنؓ نے جواب دیا حسین سے معافی مانگنے۔ اس نے کہا کہ زیادتی تو ان کی تھی۔ تو جواب دیا کہ (باقی صفحہ 22 پر)

لداخ سے دریافت ہونے والی

تبّتی انجیل

(تحریر: مکرم عبدالرحمن صاحب)

اگر حضرت مسیح علیہ السلام واقعہ صلیب کے بعد ہندوستان آئے تھے تو **کیا یہاں کسی انجیل کے آثار ملتے ہیں؟** یہ سوال اکثر کیا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں عرض ہے کہ **اس علاقہ میں حضرت مسیح کے آنے اور تعلیم دینے کے ثبوت ملتے ہیں ان میں سے ایک تبّتی انجیل بھی** ہے۔ ذیل کی سطور میں اس انجیل کی بابت کچھ معروضات پیش ہیں۔ (مدیر)

کتب حضرت مسیح موعودؑ میں تبّتی انجیل کا ذکر

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتب میں حضرت عیسیٰؑ کے ہندوستان کی طرف آنے کے متعلق ایک روسی سیاح کے ذریعے لداخ (جو موجودہ انڈین کنٹرول والے کشمیر کا بدھ اکثریتی صوبہ ہے) سے دریافت ہونے والی ایک انجیل کا ذکر فرمایا ہے۔ ذیل میں اس انجیل کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے تمام حوالہ جات درج ہیں۔ اس انجیل کا ذکر سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ''ست بچن'' میں فرمایا (جو 1895ء کی تصنیف ہے۔) آپ فرماتے ہیں۔

''حال میں ایک انجیل تبت سے دفن کی ہوئی نکلی ہے جیسا کہ وہ شائع بھی ہو چکی ہے بلکہ حضرت مسیحؑ کے کشمیر میں آنے کا یہ ایک دوسرا قرینہ ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ اس انجیل کا لکھنے والا بھی بعض واقعات کے لکھنے میں غلطی کرتا ہو جیسا کہ پہلی چار انجیلیں بھی غلطیوں سے بھری ہوئی ہیں مگر ہمیں اس نادر اور عجیب ثبوت سے بکلی منہ نہیں پھیرنا چاہیے جو بہت سی غلطیوں کو صاف کر کے دنیا کو صحیح سوانح کا چہرہ دکھلاتا ہے'' (ست بچن۔ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 307 بقیہ حاشیہ در حاشیہ)

پھر حضور علیہ السلام نے اپنی تصنیف ''راز حقیقت'' (جو 1897ء کی تصنیف ہے) میں حضرت مسیح علیہ السلام کی ہجرت از طرف ہندوستان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

’’اس واقعہ کی تائید وہ انجیل بھی کرتی ہے جو حال میں تبت سے برآمد ہوئی ہے یہ انجیل بڑی کوشش سے لنڈن سے ملی ہے۔ ہمارے مخلص دوست شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر قریباً تین ماہ تک لنڈن میں رہے اور اس انجیل کو تلاش کرتے رہے آخر ایک جگہ سے میسر آ گئی۔ یہ انجیل بدھ مذہب کی ایک پرانی کتاب کا گویا ایک حصہ ہے بدھ مذہب کی کتابوں سے یہ شہادت ملتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک ہند میں آئے اور ایک مدت تک مختلف قوموں کو وعظ کرتے رہے‘‘

(راز حقیقت۔روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 161۔162 بقیہ حاشیہ)

پھر حضور علیہ السلام نے اپنی کتاب ’’راز حقیقت‘‘ میں ہی اس انجیل کا ذکر ایک اور جگہ اس طرح فرمایا ہے۔

’’حال میں جو روسی سیاح نے ایک انجیل لکھی ہے جس کو لنڈن سے میں نے منگوایا ہے وہ بھی اس رائے میں ہم سے متفق ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ملک میں آئے تھے اور جو بعض مصنفوں نے واقعات یوز آسف نبی کے لکھے ہیں جن کے یورپ کے ملکوں میں بھی ترجمے پھیل گئے ہیں۔ ان کو پادری لوگ بھی پڑھ کر سخت حیران ہیں کیونکہ وہ تعلیمیں انجیل کی اخلاقی تعلیم سے بہت ملتی ہیں بلکہ اکثر عبارتوں میں توارد معلوم ہوتا اور ایسا ہی تبتی انجیل کا انجیل کی اخلاقی تعلیم سے بہت توارد ہے پس یہ ثبوت ایسے نہیں ہیں کہ کوئی شخص معاندانہ تحکم سے یک دفع ان کو رد کر سکے بلکہ ان میں سچائی کی روشنی نہایت صاف پائی جاتی ہے۔‘‘ (راز حقیقت۔روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 169۔170 بقیہ حاشیہ)

آپؑ اپنی تصنیف ’’کشف الغطاء‘‘ (جو 1898ء کی تصنیف ہے) میں اس انجیل کے متعلق فرماتے ہیں۔

’’اور پھر دوسرا ماخذ اس تحقیق کا مختلف قوموں کی وہ تاریخی کتابیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور حضرت عیسٰی علیہ السلام ہندوستان اور کشمیر میں آئے تھے اور حال میں جو ایک روسی سیاح نے بدھ مذہب کی کتابوں کے حوالہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس ملک میں آنا ثابت کیا ہے۔ وہ کتاب میں نے دیکھی ہے اور میرے پاس ہے۔ وہ کتاب بھی اسی رائے کی مؤید ہے۔‘‘ (کشف الغطاء۔روحانی خزائن جلد 14۔صفحہ 211)

پھر حضور علیہ السلام اپنی کتاب ’’ایام الصلح‘‘ (جو 1898ء کی تصنیف ہے) میں اس انجیل کے متعلق فرماتے ہیں۔

’’حال میں جو تبت سے ایک انجیل کسی غار میں سے برآمد ہوئی ہے جس کو ایک روسی سیاح نے کمال جدوجہد سے چھپوا کر شائع کر دیا ہے جس کے شائع کرنے سے پادری صاحبان بہت ناراض پائے جاتے ہیں۔ یہ واقعہ بھی کشمیر کی قبر کے واقعہ پر ایک گواہ ہے یہ انجیل پادریوں کی انجیلوں سے مضامین میں بہت مختلف اور موجودہ عقیدہ کے بہت برخلاف ہے یہی وجہ ہے کہ اس ملک میں اس کو شائع ہونے سے روکا گیا ہے مگر ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ترجمہ کر کے اس کو شائع کر دیں‘‘

(ایام الصلح۔روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 356 حاشیہ)

ایک اعتراض کا جواب

یہ انجیل جس کا حضور علیہ السلام نے اپنی کتب میں ذکر فرمایا ہے یہ ایک روسی سیاح نکولس ناٹووچ (Nicolas

(Notovitch) کی کتاب ہے ۔جس کا انگریزی میں ترجمہ The life of Saint Issa اور The Unknown Life of Jesus Christ کے نام سے چھپا۔

اس کتاب کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہجرت مسیح " کے متعلق تحقیق پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس قسم کی کوئی انجیل لداخ کے کسی بدھ مندر میں نہیں پائی جاتی یہ نکولس ناٹووچ کا افتراء ہے دوسرا یہ کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ لداخ کے کسی بدھ مندر میں ایسی دستاویزات موجود تھیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات لکھے تھے اور نکولس ناٹووچ نے ان کا ترجمہ کر کے شائع کروایا تو پھر بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب کے بعد ہندوستان اور کشمیر کی طرف آنا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ انجیل نویس یعنی نکولس ناٹوچ لکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہندوستان کی طرف آئے لیکن واقعہ صلیب سے پہلے تیرہ چودہ سال کی عمر میں آئے اور پھر انتیس سال کی عمر میں واپس فلسطین چلے گئے وہاں تین سال تبلیغ کی اور صلیب پر فوت ہو گئے ۔جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہندوستان کی طرف آئے۔

اس اعتراض کا جواب دینے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نکولس ناٹووچ اور اس کی انجیل کا مختصر تعارف کروادیا جائے۔

نکولس ناٹووچ کے متعلق کتاب Saving the Savior کا مصنف لکھتا ہے۔

Nicolas Notovitch is an important character in the history of studies surrounding the theory of Jesus in India. He has become most famous for his book, The Unknown Life of Jesus Christ . Notovitch was an aristocratic Russian "Jew" born in the Crimea in the year 1858. We have the word Jew in quotes because though his parents were Jews, he and his brother, Osip Notovitch, converted to the Greek Orthodox Christian religion when they were young.

Notovitch began his career as a journalist. Later he authored twelve books, mostly centering on the politics of Russia. His political books were studied amongst the political elite of Europe, as he had command of both French and Russian, writing in both languages. His book, Pravda Obevrejah, won him universal condemnation from the Jews [the book was considered anti-Semitic], but he was at first praised by the Christians. That was not to last.

(Abubakr ben Ismael salahuddin, Saving the Savior, Jammu Press, PO Box 1959, Evanston, Illinois 60204-1959, United States. 2001. Page.120-121)

ترجمہ:

''مسیح ہندوستان میں کے نظریئے کے مطالعہ کی تاریخ کے حوالہ سے نکولس ناٹووچ ایک اہم شخصیت ہے۔ وہ سب سے زیادہ مشہور اپنی کتاب The Unknown life of Jesus Christ کی وجہ سے ہوا۔ ناٹووچ ایک امیر بااثر روسی ''یہودی'' تھا جو 1858ء میں Crimea میں پیدا ہوا۔ ہم نے یہودی کے لفظ کو کاموں ('' '') میں اس لیے رکھا ہے کہ اگرچہ اس کے والدین یہودی تھے لیکن اس نے اور اس کے بھائی Osip Notovitch نے نوجوانی میں یونانی آرتھوڈوکس عیسائیت قبول کر لی تھی۔ ناٹووچ نے ایک صحافی کے طور پر اپنے کیرئر کا آغاز کیا تھا۔ بعد میں اس نے بارہ کتابیں لکھیں جن کا مرکزی نقطہ روس کی سیاست تھا۔ اس کی سیاسی کتابیں یورپ کے اعلیٰ سیاسی طبقے میں پڑھی جاتی تھیں کیونکہ وہ فرانسیسی اور روسی دونوں زبانوں پر دسترس رکھتا تھا اور دونوں زبانوں میں لکھتا تھا۔ اس کی کتاب Pravda Obevrejah نے اسے پوری دنیا کے یہودیوں میں تنقید کا نشانہ بنوایا (کتاب کو یہود مخالف کہا گیا) لیکن ابتداً وہ عیسائیوں کی طرف سے تعریف کیا گیا جو زیادہ دیر تک نہ رہی۔''

نیز اس کے اور اس کے بھائی کے یہودی مذہب سے عیسائیت میں آنے کے متعلق Holger Kersten اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔

The Notovich brothers were among those who felt constrained by the acutely anti-semitic policy of Tsar Alexander iii and this moved Osip to join the Russian Orthodox Church when still a young man.Nicolai must have taken the same step, because he publicly acknowledged his adherence to the Russian Orthodox religion in the french journal La Paix.

(Holger Kersten, Jesus lived in India. published by Penguin Books New Delhi India,2001, Page 13)

ترجمہ:

''ناٹووچ برادران ان لوگوں میں سے تھے جو زار الیگزینڈر سوئم کی یہود مخالف پالیسی کے ہاتھوں مجبور تھے۔ اور اس بات نے (نکولس کے بھائی) Osip کو نوجوانی میں روسی آرتھوڈوکس چرچ کی طرف مائل کیا۔ نکولس نے بھی لازماً یہی قدم اٹھایا ہو گا کیونکہ وہ علی الاعلان روسی آرتھوڈوکس چرچ کے ساتھ اپنی وابستگی ایک فرنچ اخبار ''La Paix'' میں تسلیم کر چکا تھا۔''

اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ نکولس اور اسکے بھائی نے خاص سیاسی حالات کے تحت یہودیت چھوڑ کر عیسائیت قبول کی تھی۔

ناٹووچ 1887ء میں ہندوستان کی طرف آیا کشمیر کی سیاحت کے دوران لداخ (جو کہ بدھ اکثریت والا کشمیر کا

صوبہ ہے اور مذہبی طور پر تبت کے ماتحت ہے اور اسے تبت خورد یعنی چھوٹا تبت بھی کہا جاتا ہے) کے علاقہ میں اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات بعض لاموں نے بتائے اسی سفر کے دوران ہمس (Hemis) کے مقام کے قریب اس کی گھوڑے سے گر کر ٹانگ ٹوٹ گئی۔ہمس لداخ کے دار الخلافہ لیہ (Leh) کے قریب ایک قصبہ ہے۔اس علاقہ کے لوگ اس کو اٹھا کر ہمس کے بدھ مندر میں لے آئے وہاں کچھ ماہ تک بدھ لامے اس کا علاج کرتے رہے اور ساتھ وہاں موجود بعض تبتی زبان کے مخطوطات بھی اسے پڑھ کر سناتے رہے جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہندوستان کشمیر اور لداخ کی طرف آنے کا ذکر تھا۔ناتووچ نے وہ حالات اپنے مترجم کی مدد سے نوٹ کئے اور ان کو ساتھ لیکر روس چلا گیا اور وہاں ان حالات عیسیٰؑ کو چھپوانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکا پھر ان کو روم لیجا کر چھپوانے کی کوشش کی وہ ناکام ہوئی۔بالآخر 1890ء میں پیرس سے فرانسیسی زبان میں یہ حالات پہلی بار La Vie Inconue de Saint Issa کے نام سے چھپ گئے 1895ء میں لنڈن سے The Unknown life of Christ کے نام سے چھپے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اقدس میں لنڈن سے جو نسخہ آیا تھا وہ شاید یہ 1895ء والا ایڈیشن ہی تھا۔

اس کے بعد اس کتاب کے جرمن، سپینش اور اٹالین میں بھی تراجم ہوئے۔1899ء میں ''یسوع مسیح کی نامعلوم زندگی'' کے نام سے اس کا اردو ترجمہ بھی مطبع ست دھرم پرچارک جالندھر انڈیا سے چھپا۔

اس کتاب کی عام اشاعت کے بعد نکولس ناتووچ پر یہ تنقید کی جانے لگی کہ لداخ کی کسی بدھ لابریری میں اس قسم کے مخطوطات موجود نہیں ہیں یہ نکولس کا افتراء ہے۔نکولس پر افتراء اور جھوٹ کا الزام لگانے والوں میں Sacred Books of the East کے مصنف Max Muller جیسا مستشرق بھی پیش پیش تھا۔اس پر نکولس نے ان لوگوں کو پیشکش کی کہ وہ ان کو اپنے ساتھ لداخ لیجا کر یہ مخطوطات دکھا سکتا ہے۔

روسی سیاح کے علاوہ اس انجیل کی موجودگی کی شہادتیں

لداخ میں حضرت عیسیٰ کے حالات زندگی بدھوں کی کتابوں میں موجود ہونے کا ایک اور ثبوت بھی ہے کہ نکولس سے بہت عرصہ پہلے 1812ء میں میر عزت اللہ کو ایسٹ انڈیا کمپنی نے وسطی ایشیا میں سیاسی اور فوجی معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔اس سفر کے دوران وہ لداخ بھی گیا۔واپس آنے کے بعد اس نے اپنے سفر کے حالات فارسی زبان میں شائع کروائے جنہیں بعد میں ایک انگریز Henderson نے انگریزی میں ترجمہ کر کے شائع کروایا۔اپنے سفرنامہ میں وہ بدھ مندروں میں حضرت عیسیٰ کے بت یا تصویروں کی موجودگی کے بارے میں لکھتا ہے۔

They keep sculptured representations of departed saint, prophets and lamas in their temples, for contemplation .Some of these figures are said to represent a certain prophet who is living in the heavens ,

which would appear to point to Jesus Christ .I was informed by an aged man that he had ascertained beyond all doubt that some portions of the bible had been revealed to the Tibetans .They assert their orignal scripture was in a language that has now become unintelligible.

(Meer Izzut-oolah,travels in centeral Asia ,translated by Henderson , Foreign Dept. Press ,Calcutta ,1872.p.13-14 with reference to Fidda M.Hassnain.A search for historical Jesus, Gateway books,The Hollies, Wellow, Bath.U.K,1994 .P. 29)

ترجمہ:

''وہ اپنے مندروں میں مراقبے کے لئے گزرے ہوئے بزرگوں، انبیاء اور لاموں کے مجسمے رکھتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ ان میں سے بعض تصویریں یا مجسمے ایک خاص نبی کے ہیں جو آسمانوں میں رہتا ہے۔ جو کہ لگتا ہے کہ یسوع مسیح کی طرف ہی اشارہ ہے۔ مجھے ایک عمر رسیدہ شخص نے بتایا کہ اسے کامل یقین ہے کہ بائبل کے بعض حصے تبتیوں پر نازل ہوئے تھے۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ان کے اصل مسودات اس زبان میں تھے جو اب سمجھی نہیں جاتی۔''

پھر نکولس ناٹووچ سے قریباً تینتیس سال قبل ایک انگریز سیاح عورت Mrs. Harvey نے بھی اپنی کتاب The Adventures of A lady in Tartary, Thibet, China and Kashmir میں جو 1854ء میں چھپی، اس علاقے میں ایسے مخطوطات کا ذکر کیا ہے جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات ملتے ہیں۔

(Mrs.Harvey,The Adventures of A lady in Tartary, Thibet, China and Kashmir, 1854, Vol.II, Page.136.)

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ بدھ مندروں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ اور بائبل کے افسانے نکولس ناٹووچ سے بہت عرصہ پہلے کے موجود تھے۔

پھر نکولس کے بعد بھی بعض سیاحوں اور محققین نے ان مخطوطات کو دیکھا جو ایک اور ثبوت ہے اس بات کا کہ یہ بدھ مخطوطات واقعی موجود تھے اور نکولس ناٹووچ ان تک پہنچا تھا۔

نکولس کے بعد ایک انگریز سیاح عورت Henrietta Merrick نے 1921ء میں ہمس جا کر ان مخطوطات کو دیکھا اور اپنے سفرنامہ میں اس کا ذکر کیا۔ چنانچہ وہ لکھتی ہے۔

In Leh is the Legend of Jesus who is called Issa ,and the Monastery at Hemis holds precious documents fifteen hundred years old which tell of the days that he passed in Leh where he was joyously received and where he preached .

(Merrick Henriette ,In the World`s Attic, Pulnams ,New York ,1931.p.215 with reference to Fidda M.Hassnain.A search for historical Jesus, Gateway books,The Hollies, Wellow, Bath.U.K,1994. P.33)

ترجمہ:۔

''لیہ شہر میں مسیح کی کہانی ہمیں ملتی ہے جو کہ یہاں عیسیٰ کے نام سے مشہور تھا اور ہمس کے بدھ معبد میں پندرہ سو سال قبل کی نہایت قیمتی دستاویزات رکھی ہوئی ہیں جو حیاتِ مسیح کے ان ایام سے تعلق رکھتی ہیں جو مسیح نے یہاں بسر کئے (ان میں لکھا ہوا ہے) کہ اس کو یہاں بخوشی قبول کیا گیا اور یہاں اس نے لوگوں کو تبلیغ کی''۔

1922ء میں سوامی ابی دانندا (Swami Abhedananda) ہمس جا کر ان مخطوطات کو دیکھ کر آیا اور ان پر ایک کتاب بنگالی زبان میں لکھی۔سوامی ابی دانندا کے اس سفر کے متعلق اس کا ایک شاگرد اس طرح لکھتا ہے۔

He reached the Hemis monastery on 4th October 1922 and discovered a manuscript of the Unknown life of Jesus the Christ,which was previously recorded by the Russian traveller, Nicolas Notovitch,and with the help of a senior lama ,he obtained a translated copy of the important portion of the life of Jesus ,and had it incorporated in Bengali ,in his book "Kashmir O Tibbate".

(Ghose,ashutosh, Kashmir O Tibbate, Ramakrishna Vedanta Marth.Calcutta,1927,P.230.with reference to Fidda M.Hassnain.A search for historical Jesus, Gateway books,The Hollies, Wellow, Bath.U.K,1994.P.30)

ترجمہ:۔

''وہ ہمس کے بدھ مندر میں 4 اکتوبر 1922ء کو پہنچا اور یسوع مسیح کی نامعلوم زندگی کے بارے میں ایک مخطوطہ دریافت کیا جس کو اس سے پہلے روسی سیاح ضبطِ تحریر میں لا چکا ہے۔اور اس نے ایک بڑے لاما کی مدد سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حالاتِ زندگی کے بارے میں اہم حصہ کی مترجم کاپی حاصل کی اور اس کو بنگالی میں اپنی کتاب Kashmir o Tibbate میں شامل کیا''

حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اپنی کتاب ''تحقیق جدید متعلق قبر مسیح'' میں خان بہادر غلام محمد صاحب گلگتی کے نام ان کے ایک دوست کا خط شامل کیا ہے جنہوں نے ان تبتی سکرولز پر تحقیق کی تھی اور ان سکرولز کو ہمس میں جا کر نہ صرف دیکھا بلکہ ان کی ایک کاپی بھی اپنے ساتھ لائے جو کہیں گم ہوگئی۔یہ خط انہوں نے 1926ء کو لکھا ہے یعنی اس سے قبل کسی سال وہ

لداخ میں رہ کر یہ کام کر کے آئے۔وہ خط یوں ہے:

''مجھ کو آپ کا نوازش نامہ 5فروری کا آج 2مارچ 1926ء کو ضلع فیروز پور کے ایک صحرائی مقام پر ملا ہے۔واقعی میں نے لداخ کے قیام کے زمانے میں وہاں کے پرانے حالات دریافت کرنے میں بہت کچھ کوشش کی اور بہت سا مواد جمع کیا۔اور بودھی زبان کی بہت سی پرانی کتابیں جمع کیں۔چنانچہ منجملہ ان ہی کتب قدیم کے وہ ہمس کو نپہ والی کتاب کی اصل کاپی تھی۔ترجمہ کو میں نے بھی دیکھا تھا یہ اصل کتاب سے بہت کچھ مختلف تھا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام ناصری کی زندگی کے اکثر حالات اور اس علاقہ میں آنا اس کتاب سے ثابت ہوتا تھا۔اور بموجب تحریر اس کتاب کے میں نے اس درخت اور تالاب کا پتہ لگایا۔جو لداخ سے لاسہ جاتے ہوئے بہت دور جا کر راستہ میں آتا ہے۔حاصل کلام میں ان سب معلومات کو ساتھ لے آیا کیونکہ مجھکو ان علاقوں کی زبانوں کا حال اپنی تاریخ ٹرانس ہمالیہ میں لکھنا تھا۔بندہ آپ کی خدمت میں چند دفعہ گلگت اور بونجی میں حاضر ہوا تھا اور وہاں بھی اپنے جنون کی تحقیقات میں رہتا تھا۔مجھ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ناصری کے نئے حالات سے بہت دلچسپی ہے لیکن سب کچھ ضائع کر بیٹھا۔ویسے علاقہ تبت میں آنا پرانے بوڑھوں کے زبان زد بھی ہے۔

اور جس تالاب اور درخت کا میں نے پتہ دیا ہے۔یہ لاسہ کے راستہ میں ہے۔جس کو حاجی صاحبان کے اکثر ممبر جانتے ہیں اور حاجی غلام محمد صاحب مرحوم ان حالات سے زیادہ واقف تھے۔بلکہ لاسہ کے راستے میں اس درخت اور تالاب کا پتہ بہت مفصل انہی صاحب سے ملا تھا جو میں نے نوٹ کیا ہوا تھا۔ممکن ہے کہ حاجی عبدالرشید صاحب ان حالات پر روشنی ڈال سکیں۔(خاکسار نظام الدین گورنمنٹ پنشنر مقام نوہار ضلع سیالکوٹ)

(تحقیق جدید متعلق قبر مسیح از حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔قادیان۔اکتوبر 1936ء۔ صفحہ 54-55)

1928ء میں Professor Nicolai Roerich نے وسطی ایشیا،لداخ اور کشمیر کی سیاحت کی اپنی کتاب The Heart of the Asia میں وہ وسطی ایشیا کے مختلف ممالک میں مخطوطات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پہلی روایات کا ذکر کرتا ہے۔اپنی کتاب میں وہ ہمس کے بدھ مندر میں جانے اور وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے متعلق بدھ مخطوطات دیکھنے کا بھی ذکر کرتا ہے۔اس کے بعد بھی مختلف سیاحوں کا ان مخطوطات کو دیکھنے کا ریکارڈ ملتا ہے۔جن کا مختصر تذکرہ www.tombofjesus.com ویب سائیٹ پر موجود ہے۔اس کے مطابق 1974ء تک ان مخطوطوت کو سیاحوں کے دیکھنے کا ریکارڈ ملتا ہے۔

☆☆☆

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی

پاکیزہ سیرت کے چند دلکش نقوش

(تحریر: مکرم عبدالقدیر قمر صاحب)

مٹ نہیں سکتا تصور سے وہ نقشِ دلنشیں
وہ مُحِبِّ مہدیٔ آخر زماں وہ نور دیں
چشمہ ہائے علم و حکمت جس کے ہونٹوں سے رواں
جس کے دل میں موجزن تھا ایک دریائے یقیں

قدرتِ ثانیہ کے مظہر اوّل، ظاہری و باطنی کمالات کی جامع شخصیت، ماہرِ علوم قرآن، واقفِ روحِ ادیان، زبدۃ الحکماء نخبۃ العلماء، اقلیم خلوص کے شہریار، کاروانِ زہد و اتقاء کے سالار، نکتہ رس و نکتہ سنج، ذہانت سے ضیا بار، معقولات کے علم بردار، فلسفے کے افتخار، منطق کے ذخّار، خدائے واحد و یگانہ کے پرستار، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح آخر الزماں کے کامل فرمانبردار سیدنا حضرت حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح اوّل کی پاکیزہ و مطہر سیرت کا بیان۔

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

آپ سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی اولادِ طیبہ کے پاک و مطہر فرد تھے اور جس طرح آپ کے جدِّ امجد حضرت عمرؓ سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا نتیجہ تھے۔ بعینہٖ آپ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اُن دعاؤں کا نتیجہ تھے جو آپ دن رات اللہ تعالیٰ کے حضور کیا کرتے تھے کہ مجھے کوئی ایسا مددگار عطاء ہو جو میرا دست و بازو بن سکے۔ جب حضرت خلیفہ اوّل خدمتِ مسیح موعودؑ میں حاضر ہوئے تو دیکھتے ہی حضور کے دل سے یہ صدا نکلی۔ ھذا دعائی۔ یعنی یہ مردِ مومن میری دعاؤں کی قبولیت کا نتیجہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''میں گریہ و زاری کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھکتا رہا اور دعا کرتا رہا کہ اے میرے ربّ! میں تنہا ہوں اور دنیا مجھے نہیں پہچانتی اور مجھے ذلیل اور بے یار و مددگار سمجھتی ہے۔ پس جب دعا کا ہاتھ پے در پے اٹھا اور آسمانوں کی فضا میری دعا سے بھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو قبول کیا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا اور مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا جو

میرے مددگاروں کی آنکھ اور میرے مخلصین کا خلاصہ اور نچوڑ ہے اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نور الدین ہے۔"

(روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 582-581)

سیدنا حضرت نورالدین اس قرنِ آخر کے وہ مردِ اوّل ہیں جنہوں نے عصر حاضر میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ماموریت کی آواز پر سب سے پہلے لبیک کہی اور پھر اس راہ میں آخر تک قربانی کا وہ نادر نمونہ قائم فرمایا کہ مسیح پاک نے بے اختیار فرمایا۔ و ما نفعنی مال احدٍ کمالہ۔ ان کے مال نے مجھے جو نفع پہنچایا ہے کوئی دوسرا اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکا۔

اس مقدس وجود کا ایثار، اس کی زندگی، اس کی موت، اس کے اعمال، اس کے اقوال، اس کا تجربہ، اس کا تبحرِ علمی، اس کی اطاعت، اس کی وارفتگیٔ دینِ حق اپنی نظیر آپ تھے۔ زمانہ ایسے وجود روز روز پیدا نہیں کرتا۔ آسمان ایسے مزکّی نفوس کو آئے دن زمین پر نہیں بھیجتا۔ دنیا ایسے منبع فیوض وعلوم سے ہر وقت متمتع نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے تو ایسا دیدہ ور، خادم قرآن، فدائی دین حقہ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدا اور مسیح پاک کا والا، کمزوروں کا حامی اور حقوق انسان کا مؤید و نگہبان زندگی کی بہار بن کر طلوع ہوتا ہے۔ اخبار زمیندار لاہور نے لکھا تھا اور کیا ہی سچ لکھا تھا کہ

"کہا جاتا ہے کہ زمانہ سو برس تک گردش کرنے کے بعد ایک باکمال پیدا کرتا ہے۔ الحق۔ اپنے تبحر علم و فضل کے لحاظ سے مولانا حکیم نورالدین بھی ایسے ہی باکمال تھے۔" (اخبار زمیندار 19 مارچ 1914ء)

مولانا ابوالکلام آزاد حقیقت امر کا اظہار یوں کرتے ہیں:

"معارفِ دینیہ اور حقائق طیبہ کے ساتھ ایک پُر وسعت مطالعہ کے امتزاج نے جو صحف آسمانی سے لے کر عام افسانوں پر محیط تھا نورالدین کو ایک ایسی اوجِ نظر پر فائز کر دیا تھا۔ جہاں نوع انسان کے جذبات کے طلسم کا بھید سر آشکار ہو جاتا ہے۔ یہی باعث تھا کہ اس کے معانی پرور تکلم کا ایک ہلکا سا تموج کسی مخالف کی فسوں پرور بلند آہنگوں پر ایک مہر سکوت بن جاتا تھا اس کی تمام آب و گل جوش دینی اور وسعتِ علمی کا ایک پُرندرت مجموعہ تھی اور اس کی جہاں پیما تار نظر ایک پُرجذب کہنہ حکمت تھی اس کی حکیمانہ تجسس نے کمال تورع کے ساتھ مل کر لطائف سپہری کی آغوش اس کے لئے کھولا لی تھی اور حکمت ازل کی کارسازیوں پر اس کا اعتماد سطحِ علمیت پر فائز ہو گیا تھا۔" (پس نوشت در پس پس نوشت صفحہ 22)

آپ ہمیشہ خدا کے پسندیدہ دین کے محاسن بیان کرنے اور ان کی اشاعت میں کوشاں رہے۔ آپ کی زندگی میں ہزارہا ایسے موقع آئے کہ آپ کی آزمائش ہوئی مگر آپ نے صداقت کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جو فضل و کرم اور ثمرہ اعتماد و صبر آپ کو بخشا تھا وہ لازوال و بے مثال تھا۔ جس کا مطالعہ دل پر یہ نقش پیدا کرتا ہے کہ آپ ایک سچے خدا پرست اور پکے مؤحد تھے۔ کیا بلحاظ طباعت وحذاقت اور کیا بلحاظ سیاحت علم وفضلیت وعلمیت ایک برگزیدہ بزرگوار تھے اور حضرت امام آخر الزماں کے کامل اطاعت گزار تھے۔ آپ اپنے مطب میں مریضوں میں گھرے ہوئے ہیں، امام الزماں کا تار ملتا ہے فوراً دہلی پہنچو۔ فوراً اٹھے۔ جوتے گھسیٹتے ہوئے پاؤں میں ڈالتے چلتے چلتے پگڑی باندھتے جاتے تھے۔ جیب میں ایک پیسہ نہیں،

کسی نے پوچھا تو فرمایا۔حضرت صاحب کا حکم ہے فوراً آؤ۔بس میں چل پڑا ہوں۔اللہ پر توکل کامل ہے۔راہ کی آفات کا خیال نہیں۔تو اللہ تعالیٰ نے توکل کی لاج رکھی اور کرائے کا بندوبست کر دیا۔ایک بار حکم ہوا۔بھیرہ کا خیال بھی ترک کر دیں۔حضرت مولانا فرماتے ہیں۔پھر اس کے بعد بھیرہ کا خیال بھی دل میں نہیں گذرا۔

ہم نے دنیا میں عشق و وارفتگی کے کئی قصے سنے اور پڑھے مگر ایسا کوئی محبّ دیکھا نہ محبوب،کوئی عاشق نہ معشوق کہ یہاں تو مَن تُو کا فرق مٹ چکا تھا۔مسیح پاکؑ فرماتے ہیں:

''وہ ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتا ہے جیسے نبض کی حرکت تنفس کی پیروی کرتی ہے۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

''آپ کی زندگی میں بے شمار مثالیں ایسی ملتی ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ جو اطاعت آپ میں پائی جاتی تھی اس زمانہ میں دنیا میں اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔آپ کا حال یہ تھا کہ مسیح موعود علیہ السلام کی آواز کان میں پڑی اور آپ ہر کام چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ہماری روایات میں ہے کہ جب آپ درس دینے کے لئے تشریف لے جاتے تو ایک شخص مقرر کر جاتے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھر سے باہر تشریف لائیں تو مجھے فوراً اطلاع دی جائے۔کیوں؟ تا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معیت سے محروم نہ رہیں۔کہنے والے کہتے ہیں کہ جس وقت وہ خادم حضرت خلیفہ اوّل کو اطلاع دیتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر کے لئے باہر تشریف لے آئے ہیں تو جو لفظ منہ میں ہوتا اس کے سوا اگلا لفظ آپ منہ سے نہ نکالتے۔اس جملہ کو ادھورا چھوڑ دیتے۔اپنا عمامہ کو سنبھالتے اور اپنی جوتیوں کو گھسیٹتے ہوئے پہنتے گویا اتنا وقت بھی دیر نہ لگاتے کہ آرام سے جوتی ہی پہن لیں۔دیوانہ وار حضور علیہ السلام کی طرف دوڑ پڑتے تا کہ حضور علیہ السلام کی معیت سے ایک لحظہ کے لئے محروم نہ رہیں۔'' (خطبات ناصر جلد 1 صفحہ 32-31)

آپ کی انہی خوبیوں اور فدائیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ شکر ادا کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسا اعلیٰ درجہ کا صدیق دیا جو راستباز اور جلیل القدر فاضل ہے اور باریک بین اور نکتہ رس بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے مجاہدہ کرنے والا اور کمال اخلاص سے اس کے لئے اعلیٰ درجہ کی محبت رکھنے والا ہے کہ کوئی محبّ ایسا نہیں جو اس سے سبقت لے گیا ہو۔''

(روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 181)

''آپ کے ایسے ہی اعلیٰ اخلاق، بے مثال کردار پر اظہار خوشنودی فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نور یقیں بودے

''کہ کاش میری جماعت کا ہر فرد نور دین ہو جائے اور فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ایک گر بتاتا ہوں اور تمہیں ایک نسخہ دیتا ہوں۔ اگر تم اس پر عمل کرو گے تو تم بھی ایسے ہی بن جاؤ گے۔ اور وہ یہ ہے کہ اپنے دلوں کو نور یقین سے بھر لو۔ یقین اس بات پر کہ خدا ہے اور ھو اللہ احد۔ وہ ایک ہے۔ یقین اس بات پر کہ خدائے تعالیٰ کی باتوں کو مان لینا عین سعادت ہے۔ یقین اس بات پر کہ اس کی باتوں سے انکار کرنا اور اس کی آواز پر لبیک نہ کہنا اس کے قہر کا مورد بنا دیتا ہے۔ یقین اس بات پر کہ وہ کامل طاقتوں اور قوتوں والا ہے۔ کوئی اس سے فرار حاصل نہیں کر سکتا۔ اور کوئی انسان اس کی محبت اور کہیں نہیں پا سکتا۔ بشرطیکہ وہ اپنے کو اس کی محبت کا مستحق بنائے۔ یقین اس بات پر کہ جو اس کے وعدے ہیں وہ سچے ہوتے ہیں۔ یقین اس بات پر کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے سچے مامور ہیں اور ان پر ایمان لانا ہمارے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ یقین اس بات پر کہ آج وہ تمام فضل اور رحمتیں جو دین حق سے وابستہ ہیں صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہی حاصل کی جا سکتی ہیں اور آپ کی جماعت سے باہر رہ کر انسان ان کا وارث نہیں ہو سکتا۔ یقین اس بات پر کہ اس سلسلہ کے لئے قربانیاں دینا اور اوقات عزیزہ کو صرف کرنا اور اموال کو خرچ کرنا ایک ایسی توفیق ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ یقین اس بات پر کہ احمدیت کے غلبہ کے لئے جو بشارتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئیں وہ ضرور پوری ہو کر رہیں گی۔'' (خطبات ناصر جلد 1 صفحہ 30-29)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک چھوٹا بھی اور بڑا بھی، مرد بھی اور عورت بھی، یقین کے اس نور کی قندیلوں کو مشعلِ راہ بنائیں اور اپنے عمل سے ہزاروں ہزار نور دینوں میں ڈھل جائیں۔

میرے نور الدین! بے شک تا ابد زندہ ہے تو　　تو ہے اسم بامسمّٰی کہ درخشندہ ہے تو

جنت الفردوس میں رتبہ تیرا ممتاز ہو　　سوئے سدرہ روح تیری کی سدا پرواز ہو

(بقیہ از صفحہ 10) اس لئے تو میں جلدی کر رہا ہوں کہ وہ مجھ سے پہلے معافی نہ مانگ لے اور اس طرح دنیا میں بھی مجھ پر زیادتی کر کے پھر آخرت میں مجھ سے آگے بڑھ جائے اور میں دنیا اور آخرت میں پیچھے رہ جاؤں۔ (خطبات محمود جلد 7 صفحہ 87)

ایک دفعہ صدقہ کی کچھ کھجوریں آئیں اور حضرت حسنؓ اور حسینؓ جو اس وقت چھوٹے بچے تھے ان کھجوروں سے کھیلنے لگے کھیلتے کھیلتے ان میں سے کسی نے ایک کھجور اپنے منہ میں ڈال لی اچانک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نظر جا پڑی آپ نے فوراً اس کے منہ سے انگلی ڈال کر کھجور نکال لی اور فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ یہ غرباء کا حق ہے آل محمد غربا کا مال نہیں کھایا کرتے۔ (تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 570)

آئینے وقف ہیں پتھروں کے لئے

(کلام: مکرمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ)

تہمت عشق پر ناز ہم نے کیا، یہ تو تمغہ ہے ہم عاشقوں کے لئے
سر بچایا نہیں بارش سنگ سے، آئینے وقف ہیں پتھروں کے لئے
اہل دل کے ادب کی نشانی ہے یہ، بے ادب سے بھی صبر و تحمل کریں
بے رخی اور رعونت یہاں جرم ہے، ضابطے اور ہیں دل جلوں کے لئے
میں ہوں تانبا اگر تو کرکے کیمیا، یہ ترا فضل ہے میرے رب الوریٰ
مُنہ خزانوں کے تیرے ہمیشہ کھلے میرے جیسے تہی دامنوں کے لئے
جس جگہ بولنا فرض تھا اُس جگہ میں نے جرم خموشی کیا بارہا
جو تھے منصور وہ رونقِ دار ہیں کیا ہے ارشاد ہم بزدلوں کے لئے
یہ گذارش ہے اے میرے چارہ گرا، اپنے نسخے میں لکھ ایک حرفِ دُعا
ہاتھ ہے میرے مالک کا دستِ شفا، دل کے رستے ہوئے آبلوں کے لئے
ہم زمیں کی کشش میں تھے جکڑے ہوئے خُلد کو چھوڑ کر اس جگہ آ بسے
نفرتیں، بغض و کینے یہاں عام ہیں یہ زمیں وقف ہے پستیوں کے لئے

وقت کے ہاتھ سے جو بھی چرکے لگے رائیگاں کب گئے شاعری میں ڈھلے
یہ امانت ہے محفوظ اوراق میں آنے والے نئے موسموں کے لئے

بہتے پانی پہ پابندیاں مت لگا، فکر کے طائروں پر نہ، پہرے بٹھا
کوئی رستہ تو رہنے دے ظالم کھلا مرے جذبوں کی جولانیوں کے لئے

سرورق پر کہاں ڈھونڈتے ہو ہمیں، ہم سے گمنام زیرِ ورق بھی نہیں
ہم نہ عنواں، نہ حرفِ جلی، نہ متن، ہم تو لکھے گئے حاشیوں کے لئے

عمرِ رفتہ کو دیکھا تو دھچکا لگا چند بوسیدہ بے روح ابواب ہیں
وہ بھی سیلن زدہ اور دیمک لگے گویا رکھے ہیں آتشکدوں کے لئے

ساری رسموں رواجوں کی بخیہ گری ایک جھٹکا لگا تو اُدھڑ جائے گی
ہم کو عرشی لباس جنوں چاہیئے جو بنا ہے ہمیں منچلوں کے لئے

☆☆☆

ماہنامہ انصار اللہ کی توسیع اشاعت

جو انصار ابھی تک ماہنامہ ''انصار اللہ'' کے خریدار نہیں بنے ان سے درخواست ہے کہ صرف ڈیڑھ سو روپیہ بھجوا کر سال بھر کے لئے ماہنامہ انصار اللہ ایسے بلند پایہ رسالہ کی خریداری قبول فرمائیے۔
صاحبِ قلم انصار سے درخواست ہے کہ اپنے قیمتی مضامین بھجوا کر قارئین کی دعاؤں کے مستحق ہوں۔

مینیجر ماہنامہ انصار اللہ

فیض احمد فیض

لطیف جذبات کے حسین اظہار کا شاعر

(تحریر: مکرم محمود احمد اشرف صاحب)

شعر کی بنیادی غرض جذبات کا اظہار ہے۔ انسانی جذبات کی رعنائی اور لطافت کے اظہار کا یہ ایک بہترین ذریعہ ہے۔ شعر و شاعری کے موضوعات پر کوئی قید نہیں، ہر قسم کی بات کا شعر میں بیان ممکن ہے۔ تاریخ و فلسفہ سے لے کر الٰہیات تک ہر موضوع پر شاعری کی جاتی رہی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ پھر شعر کی بنیادی غرض جذبات کا اظہار کیوں قرار دی جارہی ہے۔ ذرا سوچیے کہ موضوع کوئی بھی ہو اگر جذبات کے بغیر اسے شعر میں بیان کیا جائے گا تو وہ کیسا بے رنگ نظر آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ خشک سائنسی حقائق شعر میں بیان نہیں کیے جاتے۔ مثال کے طور پر اگر شعر میں صرف یہ کہا گیا ہو کہ کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس کی مقدار بڑھنے کی وجہ سے کرہ ارض کا درجہ حرارت بلند ہو رہا ہے تو یہ شعر کیسا بے مزہ لگے گا۔ کسی بھی چیز کا شعر میں تذکرہ جذبات کی آمیزش کے بغیر بے جان سا ہوگا۔ آپ علمی، عقلی اور منطقی سطح پر کوئی بات کرنا چاہتے ہیں تو نثر کا ذریعہ اپناتے ہیں۔ شاعری کے کوچے میں جذبات کے حسین ملبوس کے بغیر داخلہ ممنوع ہے۔ واقعہ کربلا پر مرثیے لکھے گئے تو مقصد تاریخی معلومات کی فراہمی نہیں بلکہ اس دردناک سانحہ پر گہرے غم کا اظہار تھا۔ اگر آپ فلسفہ بیان کرنا چاہتے ہیں تو شعر کا سہارہ تو لیا جاسکتا ہے مگر شعر میں وہی فلسفہ بیان ہوگا جس نے شاعر کے جذبات میں کہیں نہ کہیں تموج پیدا کر رکھا ہوگا۔ پس شعر و شاعری کا اصل موضوع جذبات کا اظہار ہے۔ جذبہ جتنا حسین اور شدید ہوگا شعر اتنا ہی باکمال ہوگا۔

فیض احمد فیض ایک ایسا شاعر ہے جو بہت ہی لطیف جذبوں کے بے حد حسین اظہار پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ انسانی دل میں پنہاں بہت سے ایسے جذبات سے بھی واقف ہے جن سے دوسرے شعراء آشنا تک نہیں ہیں۔ اس کا موضوع ہی انسانی جذبات کی رعنائیاں ہیں۔ وہ جذبوں کی لطافتوں کا شاعر ہے۔ جذبات کے اظہار کا یہ ملکہ بہت کم شعراء کو نصیب ہوتا ہے۔

بے شک شعراء کے کلام میں دیگر متنوع موضوعات کی آمیزش سے ان کی شاعری کی افادیت بھی بڑھ جاتی ہے لیکن مجھے کہنے دیجیے کہ یہ شعراء اسی حد تک شعر کے اصل موضوع سے ہٹ جاتے ہیں۔ فیض احمد فیض اس اعتبار سے ایک خالص شاعر ہے۔ فیض احمد فیض کو پڑھتے ہوئے آپ کو کوئی بڑا فلسفہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے آپ جذبوں کی گہرائی اور لطافت سے ضرور آشنا ہو جاتے ہیں۔ شعراء نے فکر کی ہر بلندی پر کمند ڈالی ہے۔ زمان و مکان کے بے پایاں وسعتوں میں قدم رکھا

ہے۔عدم اور وجود، شاہد اور مشہود غرضیکہ فلسفے کی ہر گتھی کو ردیف اور قافیہ کی پابندیوں کے ساتھ کامیابی سے بیان کیا ہے۔لیکن فیض احمد فیض فلسفی شاعر نہیں ہے۔اس کا کلام پڑھتے ہوئے انسانی جذبات کا ترنم دماغ کو لوریاں دینے لگتا ہے۔مجروشعور کی اذیت کچھ کم ہو جاتی ہے اور زندگی کے سفر کا کچھ حصہ حسین جذبات کی لہروں کے مدوجذر کے ساتھ بسہولت کٹ جاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح شعر کی غرض و غایت پوری ہو جاتی ہے۔آپ فیض کا کوئی شعر پڑھیں تو دماغ پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا۔ دل کا غبار کچھ کم ہو جاتا ہے۔آپ کو خیال اور فکر کی کسی بلندی پر نہیں چڑھنا پڑتا بلکہ یوں لگتا ہے جیسے کسی تھکے ہارے مسافر کو پل بھر کے لئے کسی درخت کی ٹھنڈی چھاؤں میسر آ گئی ہو۔

عشق سے وابستہ قربانی کا مضمون ایک آفاقی مضمون ہے ۔شعراء نے اسے بہت کثرت سے بیان کیا ہے۔غالب کو دیکھ لیجے۔وہ کہتا ہے۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی   حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ ایک اچھا، بہت ہی اچھا شعر ہے۔راہ وفا میں جان قربان کر دینا بلاشبہ بہت عظیم کام ہے۔غالب نے یہاں یہ حقیقت بیان کی ہے کہ خدا کے راستے میں جان دے بھی دیں تو بندگی کا حق کب ادا ہوتا ہے کیونکہ جان خود خدا کا ہی تو عطیہ ہے۔اس لیے وہ کہتا ہے کہ ہم نے جان خدا کے راستے میں قربان کر دی۔لیکن حق پھر بھی ادا نہ ہوا کیونکہ یہ اسی کی عطاء کردہ تھی۔کسی قدر فرق کے ساتھ قریباً اسی مضمون کو فیض نے کچھ یوں باندھا ہے۔

ناموس جان و دل کی بازی لگی تھی ورنہ   آساں نہ تھی کچھ ایسی راہ وفا شعاراں

غالب کے اس شعر میں فلسفے کی آمیزش نمایاں ہے۔مگر فیض کے شعر میں جذبہ عشق بے اختیار ہو کر چھلک رہا ہے۔زندگی کسی پر قربان کرنے کے لیے عشق کی کیفیت چاہیے۔یہ کیفیت نہ ہو تو منطق کا سہارا لیکر بڑی بات بیان تو کی جا سکتی ہے مگر اس کو جذبے کی آنچ دیکر اس میں سوز و گداز پیدا نہیں کیا جا سکتا۔فیض کے اس شعر میں عشق کی لذت نمایاں ہے۔غالب شعر کا آغاز اس دعویٰ بلکہ مقدمہ سے کرتا ہے کہ ہم نے اپنی جان دے دی اور پھر ایک نتیجہ نکالتا ہے۔غالب کی تنقیص مقصود نہیں ہے۔ بے شک غالب نے ایک بہت بڑی حقیقت بیان کی ہے۔بہت بڑا درس دیا ہے۔مگر فیض کے ہاں گہرا جذبہ عشق ہے جو اس مضمون کو ازخود نمایاں کر رہا ہے حالانکہ فیض کو اپنی کسی قربانی کا اظہار مقصود ہی نہیں ہے۔وہ خود کو ناصح بھی نہیں سمجھ رہا۔وہ تو اس لذت میں ڈوبا ہوا ہے جو اسے حاصل ہوئی ہے۔اس لیے اسے پہلا خیال یہ آیا ہے کہ بہت کم قیمت دیکر بڑی قیمتی چیز حاصل کر لی ہے۔وہ محبوب کے حسین تصور میں اتنا محو ہے کہ خود فراموشی کی منزل تک پہنچ گیا ہے۔اپنی قربانی اس کے نزدیک ایسی بات نہیں جس کے متعلق کوئی دعویٰ کیا جائے۔اس لیے وہ کہتا ہے کہ عشق کا راستہ کوئی آسان راستہ نہ تھا۔ہمارے لیے یہ راہ یوں سہل ہو گئی کہ صرف ناموس جان و دل پیش کرنے کا مطالبہ ہی تو کیا گیا تھا۔یہ بے حد سستا سودا تھا۔سو ہم نے فوراً کر لیا۔سچا

عشق دل کی ایسی ہی عاجزانہ کیفیت کو جنم دیتا ہے۔ عشق کا انعام اگر کچھ ہے تو وہ وارفتگی اور خود فراموشی ہے۔ اگر اپنی ذات کی قید سے رہائی نہیں ملی ہے تو عشق ابھی خام ہے۔ فیض کے اس شعر میں وہ عجز موجود ہے جو بجز سچے عشق کے پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ عاشق کے سوا کون انانیت کے حصار سے باہر آ سکتا ہے۔ عشق ہی ہے جو عاجزی سکھاتا ہے۔ یہ مضمون کائنات کا اعلیٰ ترین مضمون ہے۔ لطیف انسانی جذبوں کی یہ معراج ہے۔ اس دور کے سب سے بڑے عاشق باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک شعر میں فرمایا۔

اگر عشاق کا ہو پاک دامن یقیں سمجھو کہ ہے تریاق دامن

عشق دراصل انانیت کے زہر کا تریاق ہے۔ اگر ذات سے باہر کوئی حسن نظر نہ آئے تو انسان اپنے اندر ہی گھٹ کر رہ جاتا ہے۔ عشق کے اسی تریاقی اثر کا ذکر فیض اپنی اس نظم میں یوں بیان کرتا ہے۔

ہم پہ مشترکہ ہیں احسان غم الفت کے
اتنے احسان کہ گنواؤں تو گنوا نہ سکوں
ہم نے اس عشق میں کھویا ہے کیا سیکھا ہے
جز ترے اور کو سمجھاؤں تو سمجھا نہ سکوں
عاجزی سیکھی، غریبوں کی حمایت سیکھی
یاس و حرمان کے دکھ درد کے معنی سیکھے
زیر دستوں کے مصائب کو سمجھنا سیکھا
سرد آہوں کے رخ زرد کے معنی سیکھے

غالب بہت بلند آہنگ شاعر ہے۔ مگر فیض بہت دھیمے لہجے کا شاعر ہے۔ اس کا اگر گہرا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ غالب کے ہاں تخیل اور تصور بہت بلند ہے۔ وہ بہت دور سے بھی باریک نظری امور کو دیکھتا ہے اور پکار اٹھتا ہے اور بالعموم اپنی ذات کے اندر نہیں ڈوبتا۔ مگر فیض زندگی کے عملی حقائق سے بہت قریب ہے۔ زندگی کے حسن وقبح کو اس نے تخیل کی بلند پروازی کے ذریعے نہیں بلکہ تجربے کے ذریعے پہچانا ہے۔ تجربہ چونکہ ذات کے حوالے سے ہی ہوتا ہے اس لیے انسان کو عرفان نفس بھی عطاء کرتا ہے۔ پھر یہ عرفان اسے عجز عطاء کرتا ہے۔ دو شعر ملاحظہ کریں جن کے مضمون الگ الگ ہیں لیکن غالب کی بلند آہنگی اور فیض کے دھیمے پن کو واضح کرتے ہیں۔ غالب نے کہا تھا۔

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہ کن اسد سرگشتۂ خمار رسوم و قیود تھا

یہ شعر عموماً غالب کی جدت پسندی کو ظاہر کرنے کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن ملاحظہ کریں کہ اس میں غالب بالواسطہ اپنے عشق پر ناز کر رہا ہے اور تخیل کی اس بلند پروازی کا نتیجہ ہے کہ شعر کا آہنگ اتنا بلند ہے کہ انسان فوراً اس کی طرف

متوجہ ہوتا ہے۔ اب فیض کا یہ شعر ملاحظہ کریں کہ بیرونی حسن کا عرفان اسے اپنی ذات کی کم مائیگی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ پھر انسان کی آواز بلند ہونے کی بجائے مدھم ہو جاتی ہے۔

وہ نظر بہم نہ پہنچی کہ محیط حسن کرتے ۔۔۔ تیری دید کے وسیلے خد و خال تک نہ پہنچے

محبتوں کے سفر میں اداسیوں اور مایوسیوں کے صحرا بھی آتے ہیں۔ ان انسانی جذبات کے مدوجزر سے ہر دل آشناء ہوتا ہے۔ فیض جو میرے نزدیک جذبات نگاری میں باکمال شاعر ہے دیکھئے کہ کس خوبصورتی سے ان عام انسانی کیفیات کو بیان کرتا ہے۔

بہت سنبھالا وفا کا پیماں مگر وہ برسی ہے اب کہ برکھا
ہر ایک اقرار مٹ گیا ہے تمام پیغام بجھ گئے ہیں
وہ تیرگی ہے رہ بتاں میں چراغ رخ ہے نہ شمع وعدہ
کرن کوئی آرزو کی لاؤ کہ سب در و بام بجھ گئے ہیں

رقیب کی مذمت سے اردو شاعری کا دامن بھرا پڑا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ انسان رقیب سے رقابت نہ کرے گا تو کیا اظہار محبت کرے گا۔ یہی وجہ ہے ہر وہ انداز جو انسانی تخیل میں سما سکتا ہے اس سے رقیب کو برا بھلا کہا گیا ہے۔ انسان کے اس فطری جذبے سے فیض نے بھی حصہ لیا ہے۔ مگر فیض نے اس جذبے کے بھی بہت سے اتار چڑھاؤ دیکھے ہیں جن سے بالعموم ایک عام انسان اپنی ساری عمر گزار کر بھی آشنا نہیں ہوتا۔ رقیب سے وابستہ ایک جذبہ تو وہی ہے جس سے ہر انسان کو کسی نہ کسی شکل میں ضرور پالا پڑتا ہے۔ بلکہ مجھے یہ کہنے دیں کہ انسان کی نظر جسقدر محدود ہوتی ہے اسی قدر زیادہ وہ اس جذبے کی خام حالت کا شکار ہوتا ہے۔ لہذا رقیب کو کوسنا انسان کی فطری حالت کے مطابق ہے۔ یہ بات بہت کم ہمارے تصور میں آسکتی ہے کہ رقیب کے ساتھ بعض اور انسانی جذبات بھی وابستہ ہو سکتے ہیں۔ فیض نے ان کم یاب جذبات کو بھی سمجھا ہے اور پھر انہیں بہت خوبصورت پیرایۂ اظہار عطاء کیا ہے۔ پس منظر یہ ہے کہ محبوب اب دنیا میں ہی نہیں رہا۔ اب اس کی حسین یادیں ہی باقی ہیں۔ اور ہر وہ چیز جو اس محبوب سے وابستہ تھی اب اس کی پیاری یاد کا ایک ذریعہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ رقیب بھی اس میں شامل ہے۔ اس جذبے سے ہر انسان آشنا نہیں ہوتا۔ اس کی محبت اسے کسی مرحلے پر بھی کوئی وسعت نظر عطاء نہیں کرتی۔ مگر فیض کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ وہ رقیب کو اس لیے بلاتا ہے تا کہ مل بیٹھ کر محبوب کی باتیں کر سکیں۔

آ کہ وابستہ ہیں اس حسن کی یادیں تجھ سے
جس نے اس دل کو پری خانہ بنا رکھا تھا
جس کی الفت میں بھلا رکھی تھی دنیا ہم نے
دہر کا دہر کا افسانہ بنا رکھا تھا

آشنا ہیں تیرے قدموں سے وہ راہیں جن پر

اس کی مدہوش جوانی نے عنایت کی ہے
کارواں گزرے ہیں جن سے اسی رعنائی کے
جن کی ان آنکھوں نے بے سود عبادت کی ہے

تجھ سے کھیلی ہیں وہ محبوب ہوائیں جن میں
اس کے ملبوس کی افسردہ مہک باقی ہے
تجھ پہ برسا ہے اس بام سے مہتاب کا نور
جس میں بیتی ہوئی راتوں کی کسک باقی ہے

تو نے دیکھی ہے وہ پیشانی وہ رخسار وہ ہونٹ
زندگی جن کے تصور میں لٹا دی ہم نے
تجھ پہ اٹھی ہیں وہ کھوئی ہوئی ساحر آنکھیں
تجھ کو معلوم ہے کیوں عمر گنوا دی ہم نے

انسان کے اندر بنیادی طور پر دو ہی حسین جذبے ہیں۔ عشق اور رحم۔ عشق کا محرک کمال حسن ہے۔ اور وہ اپنے سے بلندتر وجود سے ہوتا ہے۔ رحم اپنے سے کم تر وجود پر کیا جاتا ہے۔ باقی سب حسین اور لطیف جذبے انہی دو بنیادی انسانی جذبات سے پھوٹتے ہیں۔ کمزور اور غریب سے محبت ہی دوسرا بنیادی جذبہ ہے جو دراصل انسانیت کی تکمیل کرتا ہے۔ فیض کے ہاں جس گہرے سوز اور درد کے ساتھ یہ حسین جذبہ پایا جاتا ہے اس کی مثال غالب سمیت دوسرے شعرا کے کلام میں تلاش کرنی مشکل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فیض کی اشتراکیت غریب کی محبت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ غریب کی زندگی اور اس کے دکھوں پر تو بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ مگر غریب کی موت پر بہت کم لوگوں نے غور کیا۔ بالعموم غریب کی موت کو اس کے غموں کے خاتمہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ بات بھی درست ہے لیکن فیض کے دردمند دل نے غریب کی موت اور امیر کی موت میں فرق کو محسوس کیا ہے اور اپنی نظم لہو کا سراغ میں بیان کیا ہے۔ اس نظم کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک غریب آدمی کو قتل کر دیا گیا ہے۔ قاتل کا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔ نام ونشان ہو بھی تو کیا ہو سکتا تھا کیونکہ نہ کوئی مدعی بن کر اس خون کا حساب مانگنے کے لیے کسی عدالت میں گیا نہ کوئی گواہ تھا۔ نہ عدالت کو غریب آدمی کی موت کا کوئی درد تھا کہ وہ خود کوئی تردد کرتی۔ یہ ایک روزمرہ کی کہانی ہے مگر فیض نے اس کو جس شدت سے محسوس کیا ہے اور پھر جو حسین پیرایہ اظہار دیا ہے وہ ادبی شہ پارہ ہے۔ اور یہ وہ ادب ہے جو زندگی کی تلخیوں کو بہت قریب سے دیکھنے سے جنم لیتا ہے۔ محض ایک فلسفیانہ ذہن اس کو نہ اسطرح محسوس کر سکتا ہے نہ ہی اس قدر خوبصورت اظہار عطا کر سکتا ہے۔ فیض کہتا ہے کہ یہ غریب مقتول نہ تو بادشاہوں کی خدمت کرتے ہوئے مرا ہے کہ اس کے رشتہ داروں کو کوئی معاوضہ مل جاتا۔ نہ یہ دین کے راستے میں مرا ہے کہ دوسری زندگی میں جزا کی کوئی امید ہوتی اور اس کی کچھ

پیشگی جزا اسے دنیا میں بھی مل جاتی۔ نہ یہ خون کسی لڑائی اور جنگ میں بہایا گیا ہے کہ کسی جھنڈے پر اس کے نام کا کوئی نعرہ لکھا جاتا اور کم از کم مرنے کے بعد کچھ شہرت ہی نصیب ہو جاتی۔ یہ تو ایک گمنام بے آسرا انسان کا خون تھا جو کسی با اثر آدمی نے ظلم کرتے ہوئے کیا ہے۔ اب یہ نظم ملاحظہ کیجیے۔

کہیں نہیں کہیں بھی نہیں لہو کا سراغ
نہ دست و ناخن قاتل نہ آستین پہ نشان
نہ سرخی لب خنجر نہ رنگ نوک سناں
نہ خاک پر کوئی دھبا نہ بام پر کوئی داغ
کہیں نہیں کہیں بھی نہیں لہو کا سراغ
نہ صرف خدمت شاہاں کہ خوں بہا دیتے
نہ دیں کی نذر کہ بیعانہ جزا دیتے
نہ رزم گاہ میں برسا کہ معتبر ہوتا
کسی علم پہ رقم ہو کے مشتہر ہوتا
پکارتا رہا بے آسرا یتیم لہو
کسی کو بہر سماعت نہ وقت تھا نہ دماغ
نہ مدعی نہ شہادت، حساب پاک ہوا
یہ خون خاک نشیناں تھا رزق خاک ہوا

ہمارے معاشرے کی عورت آج بھی دکھ اور الم کی ایک تصویر بنی ہوئی ہے۔ عورت کو کمزور اس لیے پیدا کیا گیا تھا کہ طاقتور مرد اسے اپنی پناہ میں لے کر زمانے کے ستم سے محفوظ رکھے۔ مگر عملاً آج بھی عورت مرد کے تمام آراموں کا ذریعہ بننے کے باوجود اس کے ظلم سے محفوظ نہیں ہے۔ یہ مضمون شاید ہر گلی محلے میں دہرایا جا رہا ہے۔ آئیں معلوم کریں کہ اساتذہ میں سے کتنے شعراء ہیں جنہوں نے اس موضوع پر اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ فیض کی یہ نظم عورت کا نام لیے بغیر اس کے حال زار کی تصویر کشی کر رہی ہے ملاحظہ ہو۔

میرا درد نغمہ بے صدا
میری ذات ذرہ بے نشان
میرے درد کو جو زباں ملے
مجھے اپنا نام و نشان ملے

میری ذات کا جو نشاں ملے
مجھے راز نظم جہاں ملے
جو مجھے یہ راز نہاں ملے
مجھے کائنات کی سروری
مجھے دولت دو جہاں ملے

اب ایک نظر فیض کے حسین پیرایہ اظہار پر ڈال لیں۔تنہائی میں محبوب کی یاد آنے کا ذکر کس شاعر نے نہ کیا ہوگا۔مگر فیض کا طریق اظہار ملاحظہ کریں، مضمون میں کچھ بھی نیا نہیں ہے وہی انتظار کا روایتی مضمون ہے مگر اظہار کے طریق میں عجیب ندرت ہے۔

دشت تنہائی میں اے جان جہاں لرزاں ہیں
تیری آواز کے سائے تیرے ہونٹوں کے سراب
دشت تنہائی میں دوری کے خس و خاک تلے
کھل رہے ہیں تیرے پہلو کے سمن اور گلاب

یہاں تنہائی کو صحرا سے تشبیہ دی گئی ہے اور تنہائی کی کیفیات کو ان تمام چیزوں سے تشبیہ دی گئی ہے جو صحرا سے وابستہ ہوتی۔محبوب کی آواز کے تصور کو سایہ کہا گیا ہے۔اس کے ہونٹوں کے خیال کو سراب قرار دیا گیا ہے۔اس سے دوری کو خس و خاک کہا گیا ہے اور اس کی قربت کو پھولوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔یعنی کسی گوشہ خیال سے اس کی آواز آتی ہے تو یوں لگتا ہے کہ جلتی دھوپ میں کوئی سایہ میسر آ گیا ہو۔اور اس کے ہونٹوں کا تصور پانی کی مانند ہے۔مگر ظاہر ہے کہ تنہائی کے صحرا میں یہ تصور سراب کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔غرضیکہ تنہائی کے سارے تجربوں کو صحراؤں کی ساری تکالیف کے ساتھ نہایت حسین پیرایہ میں اظہار پر پوری قدرت کو بروئے کار لاتے ہوئے تشبیہ دی گئی ہے۔فیض کا یہی پیرایہ اظہار ہے جو اسے بہت منفرد بنا دیتا ہے۔

انسانی جذبات کے بہت سے دلکش رنگ ہیں۔فیض کی شاعری میں انسانی دل کے آسمان پر جذبوں کی قوس قزاع کے یہ سبھی رنگ سجے ہوئے ہیں۔فیض کے ہاں جذبات کا اظہار گہرے پانیوں کی طرح ہے۔شور و غل کم اور آواز مدھم ہوتی ہے۔مگر قوت بہت زیادہ۔ اور ان گہرے جذبات کا اظہار اس قدر حسین ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے باغوں میں پھوار پڑ رہی ہو۔جیسے پھولوں پر شبنم کے موتی سجے ہوں۔شاعری کی غرض حسین انسانی جذبات کا دلکش اظہار ہی ہے جو فیض کے کلام میں کمال حسن و خوبی سے پایا جاتا ہے۔ (ایک ادبی مجلس کے لیے لکھا گیا)

☆☆☆

غزل

(کلام: مکرم عبدالسلام اسلام صاحب)

ہم پھر رہے ہیں چاکِ دلِ کیوں وا کئے ہوئے
لب سوزنِ ستم نے ہیں دونوں سیئے ہوئے

آنکھوں میں پھر رہی ہیں وہ رنگینیاں تری!
بیٹھے ہیں تیری یاد کی خوشبو لئے ہوئے

آنسو ہیں پی کے رہ گئے سب تشنگانِ دید
واحسرتا! رقیب ہیں کیا کچھ پئے ہوئے

وہ ہیں تڑپتے اُس طرف، ہم اِس طرف تپاں
ہم اُن کی اقتدا میں ہیں وہ کچھ کئے ہوئے

اُن کی خرید دید کا بیعانہ ہو چکا
ہاں ہاں کھڑے ہیں پیشگی ہم دل دئے ہوئے

منصور جس کے نام سے سُولی پہ چڑھ گیا
شاید اُسی کا نام ہیں ہم بھی لئے ہوئے

وہ دام تنگ جس میں پھڑکنا نہ ہو نصیب
بتلائیں کیا کہ ہم ہیں مرے یا جیے ہوئے

پائی شراب دید پہ بُجھ نہ سکی پیاس
بیٹھے ہیں تشنگی یہ جنوں کی تو لئے ہوئے

پیشِ نظر انہیں کی ہیں ہر آن جھلکیاں
بند آنکھ کرکے بھی تو ہیں درشن کئے ہوئے

ہم کو خیالِ یار نے بخشی ہے بے خودی
کچھ نہ پئے ہوئے بھی ہیں گویا پئے ہوئے

اہلِ نظر میں ہیں جانتے قدرِ جمالِ یار
اُن کی جھلک کے واسطے سب کچھ دئے ہوئے

ویرانیوں کو کرتے ہیں آباد ہر گھڑی
دل کے تمام بتکدے ویراں کئے ہوئے

دامن تو ہے بھرا ہوا لیکن یہ اور بات
لگتا ہے یوں کہ ہم نہیں کچھ بھی لئے ہوئے

اسلام ہے خزاں میں بھی گُم لاپتا
رُخ آمدِ بہار کی جانب کئے ہوئے

محاسن قرآن مجید

(کلام: مکرم انور ندیم علوی صاحب)

قرآں کو دیں گے عزت، جو دل سے اور جاں سے
بے شک ملے گی عزت ان کو بھی آسماں سے
پُر نور ہیں معارف، حق کے عدو سے کہہ دو
اِس کی نظیر ڈھونڈے، لائے گا کس جہاں سے؟
حکموں پہ تُو قرآں کے ایماں کر لے پختہ
ملنا اگر تُو چاہے اُس یارِ جاوداں سے
روحانیت کے میوے، پھل پھول اس چمن کے
ڈھونڈے سے کب ملیں گے باطل کے بوستاں سے
ہے اِس میں ایسی لذت، پائے گا اک سکینت
پی لے کبھی جو تشنہ اِس چشمۂ رواں سے
قرآں کا معجزہ ہے، سیرت حسیں بنا دے
آ تُو بھی روشنی لے، قرآں کے اس نشاں سے
مولا کا یہ صحیفہ، دے گا نجات تجھ کو
بیہودہ مجلسوں سے، ایمان کے زیاں سے
اکمل بھی آخری بھی، عرفاں کا یہ سمندر
ہر حرف ہے صداقت، دیکھے گا تُو جہاں سے
امید مغفرت ہے عاصی ندیمؔ کو بھی
مقصد یہی ہے اس کا اشعار کی زباں سے

اخبار مجالس

(مرتبہ: مکرم مسعود احمد سلیم صاحب)

☆ **زیارت بھیرہ و مرکز مجلس انصاراللہ مغلپورہ لاہور:** مورخہ یکم جون 2008ء بروز اتوار مجلس انصاراللہ مغلپورہ بذریعہ کوچ اور ایک کار زیارت بھیرہ روانگی کے لئے امیر قافلہ مکرم مقبول احمد ڈوگر صاحب زعیم اعلیٰ نے دعا کروائی۔ اور گیارہ بجے صبح بھیرہ پہنچ کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا گھر اور اسی میں تعمیر شدہ بیت غیر از جماعت احباب کے قبضہ میں بیت جس میں حضور خود امامت کرواتے تھے۔ نیز وہ تنور جس سے حضور کے لئے روٹیاں پک کر آتی تھیں۔ مطب اور زیر تکمیل وہ مکان جو حضور چھوڑ کر قادیان گئے اور حضرت مصلح موعود نے جس بیت کا سنگِ بنیاد رکھا تھا۔ وہاں نوافل ادا کئے۔ 2 بجے مرکز روانہ ہوئے اور بعد نماز عصر محترم ناظر صاحب اعلیٰ اور محترم صدر صاحب انصاراللہ سے ملاقات کی اور ان دونوں بزرگ ہستیوں کی خدمت میں یادگاری شیلڈ برائے ''خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی مبارک باد'' پیش کی۔ گروپ فوٹو کے بعد قافلہ نے بہشتی مقبرہ جا کر مزارات پر دعا کی۔ حاضری انصار 30، خدام 5، اطفال 2، کل 37 افراد

☆ **خلافت جوبلی ڈے مجلس انصاراللہ النور راولپنڈی:** مورخہ 27 مئی 2008ء بروز منگل کا آغاز نماز تہجد و فجر اور اجتماعی دعا سے کیا۔ مجلس انصاراللہ کی طرف سے ایک بکرا صدقہ کیا گیا۔ انصاراللہ کے چار حلقوں کے 120 گھرانوں میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔ ایوانِ توحید میں مرکز سے خطاب حضور انور ایدہ اللہ تمام تنظیموں نے سنا۔

☆ **اجتماع و صنعتی نمائش خدام الاحمدیہ ضلع ہزارہ:** مورخہ 15 جون 2008ء بروز اتوار خدام الاحمدیہ ضلع ہزارہ نے صد سالہ یوم خلافت کا اجتماع و صنعتی نمائش کا انعقاد کیا۔ تلاوت اور قصیدہ کے بعد مکرم احمد عرفان صادق صاحب مربی سلسلہ نے خلافت کی برکات اور اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد تین خدام نے خلافت احمدیہ پر مختصر تقاریر کیں بعدہٗ رپورٹ پیش کی گئی آخر میں امیر صاحب ضلع نے اختتامی خطاب اور دعا کروائی۔ اس کے بعد خدام کو صنعتی نمائش میں خدام نے اپنے مزاج کے مطابق خریداری کی۔ حاضری 38۔ ایبٹ آباد 4/24، ہری پور 8/9، حطار 16/18، باقی 10 مہمان و انصار، ایبٹ آباد کے علاوہ حاضری خوش کن رہی۔

☆ **جلسہ صد سالہ یوم خلافت جماعت تربیلہ ضلع ہزارہ:** مورخہ 13 جون 2008ء بروز جمعہ صد سالہ یوم خلافت کے جلسہ کا آغاز جمعۃ المبارک سے ہوا۔ مکرم احمد عرفان صادق صاحب مربی سلسلہ نے ''خلافت ایمان کی استقامت

کاذریعہ‘‘ ..... کے موضوع پر خطبہ جمعہ دیا اور پھر امیر صاحب کی صدارت میں اجلاس شروع ہوا۔ تلاوت، نظم اور دو مختصر تقاریر مقامی دوستوں نے کیں پھر ایک تقریر مکرم ذوالفقار احمد صاحب ناظم ضلع انصاراللہ نے کی۔ اس کے بعد مکرم احمد عرفان صادق صاحب نے مختصراً پانچوں خلافت احمدیہ کی برکات اور اہمیت پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔ آخر پر امیر صاحب نے خطاب کیا۔ دعا کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ اس پروگرام میں ایبٹ آباد اور ہری پور سے نو احباب نے جبکہ مقامی طور پر 19 احباب و خواتین نے شرکت کی کل تعداد 27۔ پروگرام کے بعد شرکاء کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

☆ **پکنک ومثالی وقار عمل مجلس انصاراللہ پشاور روڈ راولپنڈی:** مورخہ 30 مارچ 2008ء بروز اتوار انصار، خدام اور اطفال پر مشتمل 38 افراد کا قافلہ صبح نو بجے راولپنڈی سے روانہ ہوکر احمدی قبرستان واقعہ احمد باغ راولپنڈی پہنچا جہاں قبرستان کی صفائی اور قبروں پر مٹی ڈالی گئی۔ اجتماعی دعا کے بعد قافلہ شاہ پور ڈیم، جو کہ راولپنڈی سے 20 کلومیٹر دور فتح جنگ روڈ پر واقع ہے، پہنچا۔ یہاں پر ایک اجلاس منعقد کیا گیا۔ جس میں لندن سے آئے ایک احمدی ڈاکٹر نے حفظانِ صحت کے موضوع پر لیکچر اور ورزش کے طریق بتائے۔ بعد ازاں بیت بازی کا مقابلہ منعقد ہوا اور پھر لطائف سنانے کا مقابلہ ہوا۔ جس کے بعد کھانا پیش کیا گیا۔ پھر نماز ظہر وعصر ادا کی گئیں اور قافلہ بخیر وعافیت ساڑھے تین بجے واپس راولپنڈی پہنچ گیا۔

☆ **جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم چک 168 مراد ضلع بہاولنگر:** مورخہ 25 اپریل 2008ء بعد نماز جمعہ احمدیہ بیت الذکر چک 168 مراد ضلع بہاولنگر میں جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کیا گیا۔ جس میں مکرم نذیر احمد سانول صاحب معلم سلسلہ نے ’’رحماء بینھم‘‘ کے موضوع پر تقریر کی۔ ازاں بعد مکرم نذیر احمد خادم صاحب ’’حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت‘‘ کے موضوع پر تقریر کی۔ جلسہ کے اختتام پر شرکاء کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

حاضری مہمان 4 احمدی احباب 43 کل 47۔

☆ **جلسہ یوم خلافت مجلس انصاراللہ کراچی:** مورخہ 25 مئی 2008ء بروز اتوار مجلس انصاراللہ ضلع کراچی نے جلسہ یوم خلافت منعقد کیا گیا۔ اس جلسہ کی تشہیر کے لئے نماز سینٹر میں تعارفی چارٹس بینرز پمفلٹ تقسیم کئے گئے۔ حاضری میں اضافہ کے لئے خصوصی بسوں کا انتظام کیا گیا۔ جلسہ کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر اسٹیج اور ہال کو سجانے کے خصوصی انتظامات کئے گئے۔ جلسہ کی کارروائی کا آغاز ساڑھے دس بجے محترم نواب مودود احمد خان صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی کی صدارت میں ہوا۔ اس موقع پر مکرم محمد عثمان صاحب نے ’’خلافت اور مجددیت‘‘ کے موضوع پر تقریر کی۔ اجلاس کی دوسری تقریر مکرم جمیل احمد بٹ صاحب کی ’’استحکام خلافت‘‘ کے موضوع پر تھی۔ اجلاس کی تیسری تقریر مکرم شبیر احمد ثاقب صاحب کی

''خلافت کے خلاف اٹھنے والی تحریکات اور ان کا انجام'' کے موضوع پر تھی۔

ازاں بعد صدر اجلاس مکرم امیر صاحب نے خلافت کے ساتھ خدا تعالیٰ کے وابستہ ہونے کے موضوع پر تقریر کی۔ اور مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب نائب صدر مجلس انصار اللہ پاکستان نمائندہ مرکز نے ''برکات خلافت'' پر تقریر کی۔

جلسہ کی آخری تقریر مکرم نواب مودود احمد خان صاحب امیر ضلع کراچی کی ''خلافت'' کے موضوع پر تھی۔ دعا سے قبل محترم چوہدری منیر احمد صاحب ناظم انصار اللہ ضلع کراچی نے تمام مقررین اور مہمانان کا شکریہ ادا کیا۔ مکرم امیر صاحب نے اختتامی دعا کروائی۔

مجلس انصار اللہ ضلع کراچی کی طرف سے جملہ حاضرین کے لئے صد سالہ خلافت جوبلی کے حوالہ سے ایک بال پوائنٹ پین تیار کیا گیا تھا جو بطور تحفہ ہال میں داخل ہونے والے ہر ایک کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ مجموعی حاضری انصار خدام اطفال 1684۔

☆ **پکنک و ورزشی پروگرام مجلس دارالذکر فیصل آباد:** مورخہ 18 نومبر 2008ء بروز اتوار صبح سات بجے ٹیوٹا ورکشاپ میں اس محفل کا انعقاد کیا گیا جس کے آغاز میں ایک کلومیٹر کی سیر رکھی گئی۔ مکرم ملک محمد سجاد اکبر صاحب زعیم اعلیٰ، دارالذکر فیصل آباد نے انصار بھائیوں کو صحت و تندرستی کی غرض و غایت سے آگاہ کیا اور اس موقع پر بیڈمنٹن، گولہ پھینکنا، کلائی پکڑنا کے ورزشی مقابلے ہوئے۔ حاضری انصار 40 الحمدللہ

☆ **جلسہ یوم خلافت مجلس انصار اللہ بیت الاحد لاہور:** مورخہ 25 مئی 2008ء بروز اتوار صبح ساڑھے دس بجے بیت الاحد اقبال ٹاؤن لاہور میں مجلس انصار اللہ کے زیر اہتمام جلسہ یوم خلافت منعقد کیا گیا۔ جس میں مکرم ناصر احمد محمود صاحب مربی سلسلہ نے ''خلافت احمدیہ اور اس کی برکات'' پر تقریر کی۔

دوسری تقریر مکرم محمد یونس خالد صاحب مربی سلسلہ نے ''مخالفین خلافت احمدیہ کا کردار اور انجام'' پر تقریر کی۔ تیسری تقریر مکرم ناظم الدین صاحب زعیم اعلیٰ نے ضرورت خلافت اور برکات خلافت'' پر کی۔ اجلاس کے اختتام پر احباب کرام کی مشروبات سے تواضع کی گئی۔ حاضری انصار 75، خدام 7، اطفال 5 کل 87

نوٹ: اکتوبر 2008ء کے شمارہ میں سفر سیالکوٹ کی خبر ضلعی عاملہ فیصل آباد کے حوالہ سے شائع ہوئی تھی۔ احباب نوٹ فرمالیں کہ یہ سفر علاقہ فیصل آباد کی عاملہ نے اختیار کیا تھا۔ نیز اس موقع پر مکرم امیر صاحب ضلع سیالکوٹ کی طرف سے مہمانوں کے لئے ضیافت کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔

تقریبات خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی بیرون از پاکستان

رپورٹ از جماعت احمدیہ سورینام (Suriname) جنوبی امریکہ

☆ **جلسہ یوم مصلح موعود:** خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت ہائے احمدیہ سورینام میں خلافت جوبلی تعاریب کی ابتداء جلسہ یوم مصلح موعود سے ہوئی مورخہ 23 فروری 2008ء کو مرکزی مسجد ناصر میں اجلاسِ عام کا انعقاد ہوا۔ تلاوت اور نظم کے بعد محترم فیصل دین محمد صاحب نے ''پیشگوئی مصلح موعود اور اس کا پورا ہونا'' کے موضوع پر تقریر کی۔ دوسری تقریر میں مکرم لئیق احمد مشتاق صاحب مبلغ سلسلہ سورینام جنوبی امریکہ نے حضرت مصلح موعود کے کارہائے نمایاں پر روشنی ڈالی۔ اس جلسہ میں 75۔ احباب جماعت شامل ہوئے جن میں 8 نومبائعین تھے۔

☆ **جلسہ یوم مسیح موعود علیہ السلام:** مورخہ 22 مارچ کو جلسہ یوم مسیح موعود علیہ السلام مسجد ناصر میں منعقد ہوا جلسہ کی ابتداء تلاوت قرآن مجید سے ہوئی جس کا ڈچ زبان میں ترجمہ پیش کیا گیا۔ اس کے بعد مکرم جلیل علی جان صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام پیش کیا۔ پھر وقف نو کے ایک بچے عزیزم محمد صہیب اسد نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی قصیدہ (یا عین فیض اللہ) کے چند اشعار پیش کئے۔ جلسہ کی پہلی تقریر محترم فرید جمن بخش صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ اور تعلیم کے موضوع پر کی۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں حضرت اقدس کے دعویٰ کی وضاحت کی۔ دوسری تقریر مکرم لئیق احمد مشتاق صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت سے توقعات کے موضوع پر کی چونکہ یہ ربیع الاوّل کا مہینہ تھا اس لئے ایک تقریر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت۔ اخلاق فاضلہ پر کی گئی۔ محترم صدر صاحب نے احباب جماعت کو خلافت جوبلی کی کامیابی کی دعاؤں اور جلسہ خلافت جوبلی کے لئے بھرپور تیاری کی طرف توجہ دلائی۔ دعا کے ساتھ جلسہ ختم ہوا۔

اس جلسہ میں 85 احباب جماعت شامل ہوئے جن میں 9 نومبائعین بھی تھے۔

☆ **جلسہ یوم خلافت:** مورخہ 24 مارچ 2008ء کو جلسہ یوم خلافت کے لئے مرکزی بیت ناصر اور مشن ہاؤس کو خوبصورتی سے سجایا گیا۔ جلسہ کے لئے صد سالہ جوبلی کا لوگو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء احمدیت کی تصاویر کا سیٹ خاص طور پر پوسٹر سائز میں تیار کروایا گیا۔ اور لوگو پر رنگ برنگی لائٹس لگائی گئیں۔

جوبلی جلسے کا آغاز تلاوت قرآن مجید اور اس کے ترجمہ سے ہوا پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام پیش کیا گیا۔ اس کے بعد محترم صدر صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خصوصی جوبلی پیغام پڑھ کر سنایا۔ مرکز کی طرف سے اردو اور انگریزی میں یہ پیغام موصول ہونے کے بعد ایک پروفیشنل سے اس کا ڈچ زبان میں ترجمہ کروایا گیا تھا۔ اس کے بعد وقف نو کے بچوں نے نظم "ہمارا خلافت پہ ایمان ہے" ترنم سے پڑھی۔ اس کے بعد مکرم لئیق احمد مشتاق صاحب نے خلافت کی برکات کے موضوع پر تقریر کی۔ دعا کے بعد تمام حاضرین کی خدمت میں لجنہ ٹیم کا تیار کردہ کھانا پیش کیا گیا۔ اس موقع پر بچوں کو چاکلیٹ اور مٹھائی کے پیکٹ دیئے گئے۔ سورینام میں عام طور پر مٹھائی کا استعمال بہت کم ہے لیکن جماعت کی اس عالمگیر خوشی و مسرت کے موقع پر خاص طور پر گلاب جامن تیار کروائے گئے۔

تعداد حاضرین 120 احباب جن میں 10 نومبائعین تھے۔

☆ **ٹی وی پروگرام**: خدا تعالیٰ کے فضل سے جنوری 2001ء سے جماعت کا ہفتہ وار 15 منٹ کا ٹی وی پروگرام باقاعدگی سے جاری ہے۔ امسال اپریل کے مہینہ سے خلافت ہفتہ وار پروگرام کا سلسلہ شروع کیا گیا اور خلافت جوبلی کے موقع پر مورخہ 24 تا 28 مئی خلافت احمدیہ پر خاص پروگرام کے لئے ایک دوسرے ٹی وی چینل کی انتظامیہ نے جب خلافت کی صد سالہ جوبلی کا سنا تو بہت کم معاوضہ پر مقامی وقت کے مطابق شام چھ بجے پروگرام پیش کرنے کی اجازت دے دی۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے خاص فضل سے خلافت جوبلی پانچ دن تک روزانہ ایک پروگرام اور پانچ پروگرام ہفتہ وار پیش کئے جاتے رہے۔ ان پروگراموں پر تین گھنٹے تیس منٹ وقت صرف ہوا۔

☆ **جلسہ یوم خلافت**: مورخہ 27 مئی کو دن کا آغاز با جماعت نماز تہجد سے ہوا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے انصار، خدام، اطفال، لجنہ و ناصرات سب نماز میں شامل ہوئے۔ نماز فجر کے بعد قرآن مجید کا درس دیا گیا۔ صبح نو بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطاب ایم ٹی اے کے ذریعہ سنا گیا۔ اس کے بعد دو مینڈھے ذبح کئے گئے۔ جن کا گوشت ضرورت مند دوستوں کے علاوہ معذور بچوں کے مرکز اور دو یتیم خانوں میں دیا گیا۔

شام کے وقت مشن ہاؤس میں چراغاں کیا گیا۔ نماز مغرب وعشاء کے بعد مشن ہاؤس میں "باربی کیو" پروگرام میں 60 احباب شامل ہوئے۔

☆ **میڈیا**: مورخہ 28 مئی کو ملک کے ایک کثیر الاشاعت روزنامے Times of Suriname میں (قدرت

ثانیہ۔خلافت احمدیہ) کے موضوع پر ایک مضمون شائع ہوا۔(یہ مضمون تمام اخبارات کو بھجوایا گیا تھا۔)

☆ **جلسہ یوم خلافت حلقہ فوروبوئیتی (Fowruboiti)**:مورخہ 31 مئی کو حلقہ فوروبوئیتی میں جلسہ یوم خلافت کا انعقاد کیا گیا۔اس جلسہ کے لئے علاقہ کے غیر مبائعین اور ہندو احباب کو بھی جلسہ میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔خدام کی ایک ٹیم نے جلسہ سے ایک دن پہلے پروگرام کے لئے سائبان تیار کیا، جسے کلمہ طیبہ کے بینرز اور سورینام کے پرچم اور جھنڈیوں سے سجایا گیا۔ خلافت جوبلی کا ''لوگو'' اور خلفاء احمدیت کی تصاویر لگائی گئیں۔جلسہ کے روز لجنہ کی ایک ٹیم نے کھانا تیار کیا۔

جلسے کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ترجمہ کے بعد محترم جلیل علی جان صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام (دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے) ترنم سے پڑھا۔جلسہ کی پہلی تقریر محترم شمشیر علی صاحب نے 'خلافت کی ضرورت اور اہمیت' کے موضوع پر کی۔اس کے بعد وقف نو کے بچوں نے منظوم کلام 'ہمارا خلافت پہ ایمان ہے' سنایا۔اس کے بعد مکرم لئیق احمد مشتاق صاحب مربی سلسلہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی اور نظام خلافت کی برکات پر تقریر کی۔اختتامی دعا سے پہلے شرکاء جلسہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے 27 مئی کے خطاب کی سی ڈی تقسیم کی گئی آخری پروگرام کے مطابق تمام حاضرین کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔کل حاضری 180 تھی، جن میں 13 نومبائعین، 30 غیر مبائعین اور 20 ہندو شامل تھے۔

☆ **سپورٹس ڈے**:خلافت جوبلی کے پروگراموں میں کھیلوں کے مقابلے بھی شامل تھے۔اس مقصد کے لئے احباب نے بہت جوش وخروش سے تیاری کی۔مورخہ 5 جون کی صبح احباب جماعت سپورٹس ڈے اور پکنک کا پروگرام منانے کے لئے مشن ہاؤس سے روانہ ہوئے۔اس پروگرام کا انتظام شہر سے تقریباً 50 کلومیٹر دور ایک پرفضا مقام 'کارولینا کریک (Carolina Kreek)' پر کیا۔یہاں خدام اور اطفال کے دوڑ، رسہ کشی کے مقابلے ہوئے اور فٹ بال کا میچ کھیلا گیا۔ظہر و عصر کی نمازیں باجماعت ادا کی گئیں۔شام چھ بجے تک احباب مختلف تفریحی پروگراموں میں مصروف رہے۔اس پروگرام میں 65 احباب شامل ہوئے۔

☆ **جلسہ یوم خلافت حلقہ سارون (Saron)**:مورخہ 7 جون 2008ء کو حلقہ سارون میں جلسے کے انعقاد کے لئے خصوصی سائبان تیار کیا گیا۔خلافت کا لوگو، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کی تصاویر لگائی گئیں۔جلسے کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام پیش کیا گیا۔جلسہ کی پہلی تقریر محترم

فرید جمن بخش صاحب نے خلافت اور عمل صالح کے موضوع پر کی۔ اس کے بعد مکرم لئیق احمد مشتاق صاحب نے 'خلافت کا مطلب اور خلیفہ کا مقام' کے عنوان پر تقریر کی۔ اختتامی دعا سے پہلے محترم صدر صاحب نے تمام نیز شرکاء جلسہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے 27 مئی کے خطاب کی سی ڈی تقسیم کی گئی۔ آخر میں تمام حاضرین کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا، جو انصار کی ایک ٹیم نے تیار کیا تھا۔ اس جلسہ میں 100 احباب شامل ہوئے جن میں چھ نومبائعین اور 25 غیر از جماعت دوست شامل ہیں۔

☆ **اشاعت کتب:** خلافت جوبلی کے بابرکت سال میں سورینام جماعت کو دو کتب تیار کرنے کا بھی موقع ملا ہے۔ سو صفحات کی ایک کتاب دینی معلومات کے نام سے تیار کی گئی ہے جس میں اسلام اور احمدیت کے بارے میں معلومات کا انتخاب شامل کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو ہر لحاظ سے سادہ اور عام فہم بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ دوسرا کتابچہ 'خلافت' کے حوالے سے ہے جس میں قرآن مجید، احادیث رسولؐ، حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کرام کے ارشادات کی روشنی میں خلافت کا مطلب، ضرورت، اہمیت اور برکات کے ذکر کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خصوصی جوبلی پیغام بھی شائع کیا گیا۔

☆☆☆

قارئین حضرات کیلئے ضروری اعلان

مہنگائی کی موجودہ لہر نے جہاں دیگر شعبہ ہائے زندگی کو متاثر کیا ہے وہاں طباعت اور کاغذ کی قیمت میں دوگنا سے بھی زیادہ اضافہ ہو چکا ہے۔ لہٰذا **رسالہ ماہنامہ انصار اللہ** کی قیمت میں اضافہ ناگزیر ہے۔ چنانچہ مجلس عاملہ انصار اللہ پاکستان ربوہ کی منظوری سے **جنوری 2009**ء سے ماہنامہ انصار اللہ کی **قیمت -/15 روپے فی شمارہ** جبکہ سالانہ چندہ -/150 روپے مقرر کیا گیا ہے۔

نیز **بیرون پاکستان خریداران** کے لئے **سالانہ چندہ پاکستانی روپے -/4500 یا یورپ 50 یورو اور امریکہ و کینیڈا 50 ڈالر** مقرر فرمائی ہے۔ خریدار و ایجنسی ہولڈرز نوٹ فرمالیں۔

مینیجر ماہنامہ انصار اللہ پاکستان